ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
4 تا 10 اپریل 2002ء

☆ حمیت نام تھا جس کا...... (اداریہ)
☆ گناہوں کا گلیمر اور اللہ کی وارننگ (مکتوب شکاگو)
☆ ریاست پاکستان کی ناکامی کا ذمہ دار کون؟ (بحث ونظر)
☆ دہشت گرد کون؟ اسرائیل' امریکہ یا دونوں (حقیقتِ احوال)

عہد حاضر کی جاہلیت

موجودہ انسانی زندگی کی بنیادیں اور ضابطے جس اصل اور منبع سے ماخوذ ہیں اس کی رو سے اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج ساری دنیا ''جاہلیت'' میں ڈوبی ہوئی ہے' اور ''جاہلیت'' بھی اس رنگ ڈھنگ کی ہے کہ یہ حیرت انگیز مادی سہولتیں اور آسائشیں اور بلند پایہ ایجادات بھی اس کی قباحتوں کو کم یا ہلکا نہیں کر سکتیں۔ اس جاہلیت کا قصر جس بنیاد پر قائم ہے' وہ ہے اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ پر دست درازی اور حاکمیت الٰہی سے بغاوت۔ چنانچہ اس جاہلیت نے حاکمیت کی باگ ڈور انسان کے ہاتھ میں دے رکھی ہے اور بعض انسانوں کو بعض دوسرے انسانوں کے لئے ارباب من دون اللہ کا مقام دے رکھا ہے۔ اس سیدھی سادی اور ابتدائی صورت میں نہیں جس سے قدیم جاہلیت آشنا تھی بلکہ اس طنطنے اور دعوے کے ساتھ کہ انسانوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود افکار واقدار کی تخلیق کریں' شرائع وقوانین وضع کریں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لئے جو چاہیں نظام تجویز کریں اور اس سلسلہ میں انہیں یہ معلوم کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لئے کیا نظام اور لائحہ عمل تجویز کیا ہے' کیا ہدایت نازل کی ہے اور کس صورت میں نازل کی ہے۔

اس باغیانہ انسانی اقتدار اور بے لگام تصور حاکمیت کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ اللہ کی مخلوق ظلم و جارحیت کی چکی میں پس رہی ہے۔ چنانچہ اشتراکی نظاموں کے زیر سایہ انسانیت کی جو تذلیل ہو رہی ہے' یا سرمایہ دارانہ نظاموں کے دائرے میں سرمایہ پرستی اور ہوس ملک گیری کے عفریت نے افراد واقوام پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑ رکھے ہیں وہ دراصل اسی بغاوت کا ایک شاخسانہ ہے' جو زمین پر اللہ تعالیٰ کے اقتدار کے مقابلے میں دکھائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو تکریم اور شرف عطا کیا ہے انسان اسے آج خود اپنے ہاتھوں پامال کر کے نتائج بد سے دوچار ہے۔

(سید قطب شہید کی کتاب ''معالم فی الطریق'' کے اردو ترجمہ ''جادہ ومنزل'' سے ایک اقتباس)

الھدیٰ | سورۃ البقرہ (۶۱) | ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَۃٌ ؕ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ ؕ تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ۝﴾ (آیات: ۱۱۷ تا ۱۱۹)

''وہ آسمانوں اور زمین کو عدم محض سے وجود میں لانے والا ہے' اور جب وہ کسی شے (کو بنانے) کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لئے کہتا ہے: ہو جا' تو وہ ہو جاتی ہے۔ اور جو لوگ علم نہیں رکھتے' وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا پھر ہمارے پاس کوئی بڑی نشانی آئے' اسی طرح کی باتیں ان لوگوں نے کی تھیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں' ان کے دل باہم مشابہ ہو گئے ہیں' ہم نے اپنی آیات کو اس گروہ کے لئے خوب اچھی طرح واضح کر دیا ہے جو یقین (کی طلب) رکھنے والا ہے۔ (اے نبیؐ!) ہم نے آپؐ کو حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں آپؐ سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا۔''

کوئی چیز اگر عدم محض سے وجود میں لائی جائے تو اسے ابداع کہتے ہیں جبکہ کسی ایک شے سے کوئی دوسرے شے بنانا خلق کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں صفات کا بتمام وکمال حامل ہے۔ جب کچھ بھی موجود نہ تھا تو اس نے کائنات کو پیدا فرمایا۔ یہ عمل اس کے بدیع ہونے کا مظہر ہے۔ پھر مٹی سے انسان اور آگ سے جن تخلیق کئے گئے جو کہ اس کی خلاّقیت کی دلیل ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شے کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے محض ایک لفظ ''کُـــن'' کہنے سے وہ چیز آن واحد میں ظہور میں آ جاتی ہے۔

وحی کی حقیقت سے بے بہرہ لوگ یہ اعتراض کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے صرف اپنے انبیاء ہی کے ذریعے کیوں مخاطب ہوتا ہے' ان سے براہ راست کلام کیوں نہیں کرتا۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی حکم کی تنفیذ مقصود ہے تو وہ بلاواسطہ ہماری راہنمائی کرے' یا پھر کوئی خاص معجزہ رونما ہونا چاہئے جسے ہم اس کی نشانی کے طور پر قبول کر سکیں۔ ان باتوں کے جواب میں فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ پہلے انبیاء کی امتیں بھی کہتی رہی ہیں۔ کفر والحاد کے پیروکار بملتِ واحدہ کی صورت ہیں اور حق کی تکذیب کے لئے انہوں نے ہر دور میں اسی طرح کا طرز عمل اختیار کیا ہے۔ جو لوگ واقعی ایمان اور یقین کے متلاشی ہوں' وہ کسی قسم کے ابہام کا شکار نہیں ہوتے' اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خاص فضل وکرم سے اپنی آیات کا فہم پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ عطا فرما دیتے ہیں۔

زیر درس آخری آیت میں دعوت وتبلیغ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری کا تعین کیا گیا ہے۔ یہ واضح کر دیا گیا کہ آپؐ کا کام حق وصداقت کا راستہ اختیار کرنے والوں کو جنت کی بشارت دینا جبکہ کفر پر اڑے رہنے والوں کو جہنم سے خبردار کرنا ہے۔ اگر حضرت محمد ﷺ کی دعوت کے باوجود ابوجہل اور ابولہب کی قبیل کے لوگ ایمان نہیں لائے تو اس ضمن میں آپؐ قطعاً مسئول نہیں ہیں۔ یہ کسی بھی شخص کا اختیاری عمل ہے کہ وہ اپنے لئے نیکی یا بدی میں سے کون سی راہ منتخب کرتا ہے اور اپنے اسی فیصلے کے مطابق وہ آخرت میں جزا وسزا کا مستحق قرار پائے گا۔ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرنے اور اپنے غلط اعمال کی پاداش میں دوزخ کا ایندھن بننے والوں کے لئے اللہ کے آخری نبیؐ کو کسی طور بھی جواب دہ نہیں ٹھہرایا جا سکتا!

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبوی | مقروض سے ہدیہ وغیرہ لینا | چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُکُمْ قَرْضًا فَاَھْدٰی لَہٗ اَوْ حَمَلَہٗ عَلَی الدَّابَّۃِ فَلَا یَرْکَبْھَا وَلَا یَقْبَلْہُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ جَرٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ قَبْلَ ذٰلِکَ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی کسی کو قرض دے تو اگر وہ مقروض آدمی قرض دینے والے کو کوئی چیز ہدیہ دے یا سواری کے لئے اپنا جانور پیش کرے تو چاہئے کہ وہ ہدیہ قبول نہ کرے اور سواری کو استعمال میں نہ لائے الا یہ کہ ان دونوں کے درمیان پہلے سے اس طرح کا تعلق یا معاملہ ہوتا رہا ہے۔

یہ ہے وہ محتاط طرز عمل جس کی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے' کہ اگر کوئی مقروض شخص قرض دینے والے کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو وہ اسے قبول نہ کرے' اس لئے کہ ایسے معاملے میں سود کا شائبہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ جبکہ سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے شائبہ سے بھی بچنا لازم ہے۔ اس گناہ پر تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی وعید ہے۔ ہم بعض مالی معاملات کی ان صورتوں کو جو سود کی حرمت سے پہلے جائز تھیں صرف اس لئے جائز ٹھہرائے ہوئے ہیں کہ ان کا ذکر احادیث میں ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ سود ۹ھ میں حرام ہوا ہے جبکہ ان معاملات کے بارے میں ذکر پہلے دور سے متعلق ہے۔ غور کرنا چاہئے کہ مزارعت اور لگان پر زمین حاصل کرنا بھی کچھ اس نوع کا معاملہ نہیں ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

حمیت نام تھا جس کا......

گزشتہ دنوں امریکی تحقیقاتی ادارے ایف بی آئی کی سربراہی میں امریکی کمانڈوز کی مدد سے فیصل آباد میں ''مبینہ دہشت گردوں'' کے ٹھکانوں پر چھاپہ مار آپریشن کا واقعہ ہماری غیرت ملی وقومی کے لئے ایک تازیانے سے کم نہیں۔ دینی وقومی ہر دو لحاظ سے بے غیرتی و بے حمیتی کے اس افسوسناک مظاہرہ کے حوالے سے ہمارے حکمرانوں کا منافقانہ طرزِ عمل اس معاملے کی شدت وحدت میں بے پناہ اضافے کا موجب بنا۔ اِدھر کارپردازانِ حکومت زبان وبیان کی جملہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس واقعے میں امریکی ایجنسیوں کی شرکت کی پرزور تردید کر رہے ہیں' اُدھر امریکی سنٹرل کمانڈ کے چیف جنرل ٹومی فرینک نے صاف لفظوں میں یہ بیان دے کر ہمارے سرکاری اہلکاروں اور وزراء کی غلط بیانیوں کو طشت از بام کرتے ہوئے ان کی تمام منافقانہ مساعی پر پانی پھیر دیا کہ ''پاکستان کے مختلف شہروں میں پاکستانی اور امریکی ٹیموں نے مل کر چھاپے مارے''۔

صدر پرویز مشرف کے ناقدین بھی ان کی ہزار خامیوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان کے اس وصف کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ایک صاف گو آدمی ہیں۔ صدر پاکستان کا یہ اعتراف کہ ہمیں اپنی اقتصادی بدحالی کے ہاتھوں مجبور ہو کر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے وفد کے ارکان کی خوشامدیں کرنا پڑتی ہیں' ان کی صاف گوئی کا غماز تھا لیکن ''ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد'' کے مصداق ان کی حکومت بھی کوچہ سیاست کے اثراتِ بد سے محفوظ نہیں رہ سکی اور اب اس حکومت کا نقشہ بھی کم وبیش وہی ہے کہ ع ''طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی!'' —— حقائق کی پردہ پوشی' اقتصادی حوالے سے بے سروپا اعداد وشمار کے ذریعے قوم کو ''سب اچھا'' کی نوید سنانا لیکن دوسری طرف عوام کو معاشی ریلیف دینے کی بجائے بجلی اور گیس کے نرخوں میں مسلسل اضافہ کر کے عوام الناس کے لئے قافیہ حیات کو تنگ سے تنگ تر کئے جانا (یہاں تک کہ ادویات پر بھی ٹیکس لگا کر انہیں عوام کی قوت خرید سے باہر کر دینا) موجودہ حکومت کا شعار بن چکا ہے —— لیکن ہمارے نقطہ نگاہ سے سب سے زیادہ تشویشناک بات قیام پاکستان کے مقاصد اور اسلام کی واضح تعلیمات سے مسلسل گریز وانحراف اور اسلام دشمن طاقتوں کی ہمنوائی اور ان کے ساتھ غیر معمولی تعاون کی روش ہے جو پاکستان کی بقا اور سالمیت کے حوالے سے انتہائی مہلک نتائج کی حامل ہے۔

ہم صدر پرویز مشرف کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ وہ لاطینی امریکہ کے کسی پسماندہ ملک کے نہیں' اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر ہیں۔ وہ محض ایک پاکستانی مسلمان نہیں' عالمی ملت اسلامیہ کے ایک فرد ہیں —— افغانستان اور پاکستان میں مقیم مسلمان عرب باشندوں پر ''القاعدہ'' کا خود ساختہ لیبل لگا کر انہیں بلاتحقیق امریکی خونخوار درندوں کے حوالے کر دینا کہاں کا اسلام اور کہاں کا انصاف ہے؟ نبی آخر الزمان ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے آنحضور ﷺ کا یہ فرمان ہم آپ کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ ''تمام مسلمان (خواہ ان کا تعلق کسی بھی قوم اور کسی بھی زبان ونسل سے ہو) آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ تو ظلم کرتا ہے' نہ اسے بے یار ومددگار چھوڑتا ہے اور نہ اسے دشمنوں کے حوالے کرتا ہے''۔

پاکستان کی اعلیٰ عدالتیں اور وفاقی شرعی عدالت آخر کس مرض کی دوا ہیں؟ ان عرب مسلمانوں پر اگر کوئی الزام ہے تو آپ پاکستانی عدالتوں میں ان کے مقدمات کا تصفیہ کیوں نہیں کراتے؟ ان کے جرائم کی دینی وشرعی حوالے سے نوعیت کے تعین کے لئے وفاقی شرعی عدالت سے مدد کیوں نہیں لیتے؟ اس سے پہلے کہ یہ سوالات آپ سے عدالت الٰہی کے کٹہرے میں کئے جائیں اور آپ کا انجام بھی فرعونِ وقت یعنی بش اور اس کے حلیفوں کے ساتھ ہو' ابھی موقع ہے کہ آپ اپنا قبلہ درست کریں۔ ہم متحدہ مجلس عمل کے اس مطالبے کی تائید کرتے ہیں کہ آپ پاکستان سے امریکی اڈے فی الفور ختم کریں اور امریکی سحر سے نکل کر اللہ کا دامن تھامیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ ایک حقیقی سالارِ قوم کا کردار ادا کرتے ہوئے قوم کو اس کی اصل منزل یعنی قیام نظام خلافت سے ہمکنار کرنے کیلئے سرگرم عمل ہو جائیں اور اپنے تمام ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے اور ہر نوع کے دباؤ کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اس کام کے تقاضوں کی ادائیگی کیلئے کمربستہ ہو جائیں۔ تبھی اللہ کی نصرت ہمارے شامل حال ہوگی۔ اور اس فرمانِ الٰہی کے حق ہونے میں اگر کسی کو شک ہے کہ تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے کہ: ''اگر اللہ تمہاری مدد کرنے لگے تو (دنیا کی) کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی اور اگر (تمہاری بداعمالیوں کے سبب) اللہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو اس کے بعد کون سی طاقت ایسی ہے جو تمہاری مدد کر سکے!!'' (القرآن)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 13

4 تا 10 اپریل 2002ء

(۲۰ تا ۲۶ محرام الحرام ۱۴۲۳ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرتعاون :

اندرون ملک......250 روپے

بیرون پاکستان:

☆یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
1500 روپے

☆امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
2200 روپے

آخری قسط

ریاست پاکستان کی ناکامی کا ذمہ دار کون؟

بیسویں صدی کے آغاز ہی سے انگریز حکمرانوں نے ہندوستان میں سلسلہ وار سیاسی آزادی دینا شروع کر دی تھی۔ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت انتخابات منعقد کروا کر عوام کو امور مملکت میں شرکت کا موقع فراہم کیا گیا لیکن سول بیوروکریسی کے ذریعے انگریز نے حکومت پر اپنی گرفت قائم رکھی۔ انگریز نے اپنے ملک میں قومی سطح سے لے کر کاؤنٹی کی سطح تک جمہوری نظام قائم کر کے اقتدار کو گراس روٹ لیول تک منتقل کیا اور ہر سطح پر سرکاری ملازمین کو ان حکومتوں کے ماتحت کیا تاکہ عوامی نمائندگی کا حق ادا ہو سکے اور افسر شاہی بے لگام ہونے کی بجائے صحیح معنوں میں قوم کی خادم بنے۔ لیکن عیار انگریز نے ہندوستان میں اس کے برعکس بیوروکریٹس کو مادر پدر آزادی دے دی اور عوام کو بیوروکریٹس کے ذریعے کنٹرول کیا گیا۔ بیوروکریٹس کی تربیت اس انداز میں کی جاتی تھی کہ وہ حاکم ہیں اور ان کا کام عوام پر حکومت کرنا ہے۔ انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ آزادی کے بعد اس انداز میں کوئی تبدیلی نہ لائی گئی بلکہ سفید حکمرانوں کی جگہ کالے حکمرانوں نے لے لی۔ اس کی ایک وجہ اگرچہ یہ تھی کہ افسران کو اقتدار کی چاٹ پڑ چکی تھی اور انہوں نے ایسے ہتھکنڈے اختیار کئے جس سے سیاسی اور فوجی دونوں طرح کی حکومتیں ان پر انحصار کرتی تھیں لیکن اصل وجہ یہ تھی کہ ہماری فوجی حکومتیں ہی نہیں' سیاسی اور سول حکومتیں بھی عوام میں جڑیں نہیں رکھتی تھیں۔ یوں وہ ہر وقت خائف رہتی تھیں کہ کسی وقت بھی ان کا اقتدار جاتا رہے گا۔ لہٰذا آج بھی وہ اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور اسے طول دینے کے لئے اور اپنی کرسی کی مضبوطی کی خاطر بیوروکریسی سے ہر جائز و ناجائز کام کرواتے ہیں اور نتیجتاً ان کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ بیوروکریٹس ایک دو ناجائز کام حکمرانوں کے کرتے ہیں اور دس ناجائز کام اپنے نکال لیتے ہیں جس سے دانش اور دولت ایک ہی طبقہ کے پاس جمع ہو گئی ہے۔ یہ ناجائز دولت اس دانش مندی سے استعمال کی گئی اور اب بھی کی جا رہی ہے کہ جس سے ایک ایسا نیٹ ورک وجود میں آ چکا ہے جو عوام کو اقتدار منتقل کرنے کے راستے میں پہاڑ بن کر حائل ہے۔ ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ جنرل مشرف نے اس پہاڑ سے ٹکرانے کی کوشش کی ہے لیکن وہ بھی بری طرح ناکام ہوتے نظر آتے ہیں۔ وجہ ایک مرتبہ پھر وہی ہے کہ جنرل صاحب بھی عوام کی تائید سے محروم ہیں لہٰذا بیوروکریٹس کے لئے انہیں ایکسپلائٹ کرنا کچھ مشکل نہیں ہو گا۔ آیئے اب ریاست پاکستان کی ناکامی کی ذمہ داری کے حوالے سے سول بیوروکریسی کے کردار پر ایک نگاہ ڈالیں!

پاکستان کو قائم ہوئے چار سال ہوئے تھے۔ ناظم الدین گورنر جنرل اور لیاقت علی خان وزیر اعظم تھے۔ لیاقت علی خان ایک جلسہ عام میں شہید کر دیئے گئے اور وزیر اعظم کی کرسی خالی ہو گئی۔ سیدھی بات یہ تھی کہ مسلم لیگ کی پارلیمانی پارٹی کسی ممبر اسمبلی کو ان کی جگہ وزیر اعظم بنا دیتی۔ لیکن عیار بیوروکریسی نے گورنر جنرل ناظم الدین کو زیادہ طاقتور ہونے کا لالچ دے کر شیشہ میں اتار لیا۔ انہیں بتایا گیا کہ گورنر جنرل کے پاس تو اتنے اختیارات نہیں ہوتے' کیوں نہ وزیر اعظم بن کر آپ زیادہ بااختیار ہو جائیں۔ ناظم الدین ان کے جھانسے میں آ گئے اور وزیر اعظم بن گئے۔ گورنر جنرل کا عہدہ خالی کرا کے بیوروکریسی نے اپنے نمائندے غلام محمد کے ذریعے اقتدار میں بالادستی حاصل کر لی۔ اگرچہ بحیثیت مجموعی وزیر اعظم کے اختیارات گورنر جنرل سے زیادہ ہوتے ہیں لیکن خواجہ صاحب یہ

مرزا ایوب بیگ

بھول گئے کہ گورنر جنرل کو اور کوئی اختیار ہو یا نہ ہو لیکن وزیر اعظم کو وہ بہر حال برطرف کر سکتا ہے۔ برطرفی کا آئینی یا غیر آئینی ہونا بعد کی بات ہے۔ قصہ مختصر' باقاعدہ منصوبہ بندی سے پہلے گورنر جنرل ہاؤس پر قبضہ کیا گیا اور پھر اختیارات کا کلی مالک بننے کے لئے کبھی وزیر اعظم برطرف کیا گیا اور کبھی پارلیمنٹ کا بستر ہی لپیٹ دیا گیا۔ یہ توڑ پھوڑ سول بیوروکریٹس (غلام محمد اور غلام اسحاق) اور ملٹری بیوروکریٹس (جنرل ضیاء' جنرل مشرف وغیرہ) دونوں نے کی۔

سول بیوروکریٹس نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں بھی اہم رول ادا کیا۔ مغربی پاکستان کے بہت سے افسران کا مشرقی پاکستان میں اعلیٰ عہدوں پر تقرر ہوتا تھا۔ وہ حاکم بن کر جاتے اور بنگالی عوام سے غلاموں اور کمتر مخلوق کا سا سلوک کرتے' جس سے وہاں مغربی پاکستان کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو گئی۔ ان افسران کے طرز عمل سے مشرقی پاکستان میں یہ کہا جانے لگا کہ آزاد تو صرف مغربی پاکستان والے ہوئے ہیں' ہم بنگالی تو انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کر کے مغربی پاکستان والوں کے غلام ہو گئے ہیں لہٰذا ہمیں حقیقی آزادی کے لئے ایک بار پھر جدوجہد کرنا پڑے گی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اگرچہ مغربی پاکستان کی سرحدوں سے بھارت کو دندان شکن جواب دیا گیا تھا لیکن مشرقی پاکستان کی جو سرحدیں بھارت سے ملتی تھیں ان پر سیکورٹی کے انتظامات نہ ہونے کے برابر تھے۔ یہ بھی بیوروکریسی کا کیا دھرا تھا جس سے وہاں یہ احساس پیدا ہوا کہ مغربی پاکستان والے ہمارے دفاع سے غافل ہیں۔ ہماری بیوروکریسی سیاسی جماعتوں کی ٹوٹ پھوٹ میں بھی اہم رول ادا کرتی رہی جس سے جمہوری نظام کو شدید نقصان پہنچا۔

بیرونی دنیا میں پاکستان کا امیج خراب کرنے میں ہماری بیوروکریسی کا بھی ہاتھ ہے۔ بیرون پاکستان ہمارے سفراء نے پاکستانی شہریوں کو کبھی تحفظ فراہم نہیں کیا۔ ۱۱ ستمبر کے بعد امریکہ میں سینکڑوں پاکستانیوں کو گرفتار کیا گیا' انہیں اذیتیں دی گئیں لیکن پاکستان کی سفیر نے کبھی تکلیف نہیں کی کہ امریکی حکومت سے رابطہ کر کے انہیں اس ناگہانی مصیبت سے نجات دلائیں۔ بیرون ملک رہنے والے پاکستانی شہریوں نے اپنے سفیروں کے بارے میں کبھی خیر کا کلمہ نہیں کہا۔ ان کے شکایات سے بھرے خطوط اکثر اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں جبکہ دوسرے ممالک کے سفیر نہ صرف اپنے ملک کے امیج کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ اپنے ملک کے تاجروں کے لئے نئی منڈیاں تلاش کریں تاکہ ایکسپورٹ بڑھنے سے ان کے ملک کی معیشت بہتر ہو۔

پاکستان میں حکومت اور بیوروکریسی کا ایک ہی ٹارگٹ ہوتا ہے کہ کسی طرح کا کوئی قرضہ مل جائے۔ یہ کسی شرح سود پر مل جائے اور کیسی ہی شرائط پر مل جائے' منظور ہے کیونکہ اسی کے استعمال میں انہوں نے ہاتھ رنگنے ہوتے ہیں۔ ہمارے افسران دوسرے ممالک سے خریداری کرتے وقت کمیشن اور کک بیک وصول کرنے کے بڑے زبردست ماہر ہیں۔ انہیں اس بات کی قطعی طور پر پروا نہیں ہوتی کہ یہ کمیشن دے کر غیر ہمارے ملک کو کتنا لوٹیں گے۔ اپنے عوام پر دھونس جمانے والے یہ افسران دوسری اقوام خصوصاً مغرب اور امریکہ کے آگے بھیگی بلی بنے ہوتے ہیں۔ مغربی تہذیب سے ہمارے یہ افسران (الا ماشاء اللہ) انتہائی مرعوب ہیں اور ہمہ وقت ان کی نقالی میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

سرکاری مراعات حاصل کرنے میں بھی ہماری بیوروکریسی دنیا بھر میں اول ہے۔ سرکاری امور کی انجام دہی کے لئے دی گئی گاڑیاں دن رات بیگمات کو شاپنگ کروانی رہتی

ہیں۔ بہر حال سول بیورو کریسی بھی ریاست پاکستان کی ناکامی میں برابر کی شریک ہے۔ اس کی ضرر رساں کارروائیاں اکثر ڈھکی چھپی اور پس پردہ ہوتی ہیں۔ سیاست داں، عدلیہ، فوج اور سول بیورو کریسی کسی نہ کسی انداز میں پاکستان میں قوت اور اختیار کے حامل رہے ہیں اور انہوں نے اپنی اس قوت کو ملکی مفاد میں استعمال کرنے کی بجائے ذاتی اقتدار اور دولت سمیٹنے کے لئے استعمال کیا جس سے پاکستان بحیثیت ریاست ناکام ہو چکا ہے یا ہوا چاہتا ہے۔

دینی اور مذہبی جماعتیں آج تک پاکستان میں اقتدار حاصل نہیں کر سکیں لہٰذا انہوں نے پاکستان کو براہ راست اور بلاواسطہ کوئی نقصان نہیں پہنچایا البتہ اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک میں وہ اپنا صحیح رول ادا کرنے میں بری طرح ناکام رہیں۔ اس نظریاتی ملک میں دینی جماعتوں کا اصل ہدف اسلام کو بحیثیت نظام نافذ کرنا ہونا چاہئے تھا اور اگرچہ زبانی طور پر ان جماعتوں کا یہی دعویٰ رہا ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کی خواہاں ہیں لیکن اس مقصد کے لئے عملی طور پر انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا اس سے اسلامی نظام کی منزل دور سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اقتدار کی رسہ کشی میں وہ عملی طور پر میدان میں اترے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ انتخابات میں حصہ لیتے ہیں لیکن بار بار کی شکست سے کوئی سبق حاصل کرنے کو تیار نہیں۔ انتخابی سیاست میں حصہ لینے سے نہ صرف مذہبی جماعتوں کی باہمی کشیدگی میں اضافہ ہوا بلکہ تقریباً تمام بڑی جماعتوں کے اندر ٹوٹ پھوٹ کا عمل بھی شروع ہو گیا اور وہ کئی گروپس میں بٹ گئیں۔ پھر انتخابات جیتنے کے لئے ہر جماعت نے اپنا اسلام پیش کیا جس سے فرقہ واریت کو تقویت ملی۔ ان کے آپس میں دست و گریباں ہونے کی وجہ سے عوام میں شدید ردعمل پیدا ہوا اور کہا جانے لگا کہ مذہبی جماعتوں کا ہدف اسلام نہیں، اسلام آباد ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے سیکولر قوتوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ پاکستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ اگرچہ مذہبی جماعتوں کو انتخابات میں ہزیمت اٹھانی پڑی ہے لیکن جب کبھی انہوں نے متحد ہو کر کوئی عوامی تحریک شروع کی تو عوام نے ان کا ساتھ دیا۔ لہٰذا مذہبی جماعتیں اگر انتخابات کی دلدل میں پھنسنے کی بجائے ایک پریشر گروپ قائم کرتیں جو کسی خاص شخصیت یا جماعت کے خلاف نہ ہوتا بلکہ اس اصولی موقف پر قائم ہوتا کہ یہ گروپ پاکستان میں حقیقی اسلام کا نفاذ چاہتا ہے اور اسے اقتدار حاصل کرنے میں قطعی طور پر دلچسپی نہیں تو اس موقف سے عوام میں اسلامی مذہبی جماعتوں کے بارے میں مثبت رائے قائم ہوتی اور وہ بھرپور طور پر ان کا ساتھ دیتے۔ لہٰذا ریاست پاکستان کو جو نقصان اسلامی فلاحی ریاست نہ بننے سے پہنچا، دینی جماعتیں بھی اس کی ذمہ دار ہیں۔ بہر حال جیسا کہ اس بحث کے آغاز میں واضح کر دیا گیا تھا، یہ فیصلہ قارئین کو خود کرنا ہوگا کہ ریاست پاکستان کی ناکامی میں کون کس قدر ذمہ دار ہے! (ختم شد)

امیر تنظیم اسلامی کی علالت

امیر تنظیم اسلامی، محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ، گزشتہ کم و بیش ایک ماہ سے علیل ہیں۔ وقفے وقفے سے اٹھنے والی شدید کھانسی انہیں بے حال کئے دیتی ہے اور بسا اوقات نقاہت کے باعث غشی سی طاری ہو جاتی ہے۔ اسی علالت کے باعث گزشتہ تین جمعوں میں مسجد دارالسلام کے نمازی اور انٹرنیٹ کے ذریعے خطاب سننے والے سامعین امیر تنظیم کے خطاب سے محروم رہے۔

گزشتہ دو روز سے قدرے افاقہ ہے۔ رفقاء و احباب سے گزارش ہے کہ وہ امیر محترم کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعا کریں۔

طالبان قرآن کے لئے خوشخبری

مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبہ سمع و بصر کی پیشکش

☆ محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** کے ٹی وی پروگرام "**حقیقت دین**" کی آڈیو سی ڈی تیار کر لی گئی ہے جس میں حقیقت ایمان، نفاق، جہاد اور منہج انقلاب نبوی جیسے اہم موضوعات پر تمام لیکچرز بمعہ سوال و جواب شامل کئے گئے ہیں، (MP-3)

☆ **1994**ء میں امریکہ میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا بزبانِ انگریزی بیان کردہ

"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب"

اب دو آڈیو سی ڈیز میں دستیاب ہے۔ تقریباً **80** گھنٹوں پر مشتمل (MP-3)

قیمت فی سی ڈی : 60 روپے

ملنے کا پتہ: **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القران لاہور**

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

بھارتی گجرات: تحقیقاتی کمیشنوں کی کہانی!

۱۹۶۹ء: گجرات میں خونریز ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ ریاستی سرکار نے جسٹس جے ایم ریڈی کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا۔ اس نے چار سال بعد جو اقدامات تجویز کئے تھے ان پر آج تک عمل درآمد نہیں ہوا۔

۱۹۸۵ء: مسلم کش فسادات کے نتیجے میں جسٹس وی ایس دیو کمیشن قائم ہوا۔ رپورٹ آئی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

۱۹۹۲ء: بابری مسجد منہدم کئے جانے پر گجرات فسادات کی زد میں رہا۔ جسٹس آئی سی بھٹ کی سربراہی میں قائم تحقیقاتی کمیشن کی بساط لپیٹ کر ۱۹۹۴ء میں وزیر اعظم چوہان کی سربراہی میں کمیشن قائم کیا گیا۔ رپورٹ تیار تھی مگر اسے پیش کرنے سے پہلے کمیشن ہی ختم کر دیا گیا۔

۲۰۰۲ء: حالیہ فسادات کے بارے میں رپورٹ کی تیاری کا کام جسٹس کے جی شاہ کمیشن کے سپرد کیا گیا ہے۔ ع

"دیکھئے کیا گزرے ہے قطرہ پہ گوہر ہونے تک"

(Radiance Views Weekly,17-23 Mar,2002)

گناہوں کا گلیمر اور اللہ کی وارننگ

رعنا ہاشم خان

بھارت کا صوبہ گجرات کاٹن انڈسٹری میں ساتویں اور آبادی کے لحاظ سے دسویں نمبر پر ہے اور اس کا دارالحکومت احمد آباد تمام دنیا میں بسنت کے حوالے سے مشہور ہے۔ وہاں گزشتہ برس ۲۶ جنوری کو آنے والے زلزلے کی شدت ریکٹر سکیل پر 6.9 تھی اور مرنے والوں کی صحیح تعداد آج تک نہیں بتائی جا سکی۔ گجرات کا زلزلہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا مظہر تھا بلکہ انسانوں کو اللہ کی طرف رجوع کرنے اور ظلم و ستم' بے انصافی' بے حیائی اور شرک کو مشترکہ جدوجہد سے دور کرنے کا پیغام بھی! مشرقی ایشیا کے اکنامک ٹائیگر تائیوان میں حالیہ ۳۱ مارچ کو آنے والے خوفناک زلزلے کی شدت 6.8 ریکارڈ کی گئی۔ تائیوان نے نہ صرف فیشن شوز کے حوالے سے بنکاک' لندن' پیرس اور نیویارک کے شانے سے شانہ ملا رکھا ہے بلکہ دنیا بھر میں فیشن کے لئے وقف ٹی وی چینل Ftv یہاں سب سے زیادہ دیکھا جانے والا چینل ہے۔ اس سال مارچ ہی میں افغانستان کے قصبے نہرین میں زلزلے کے ہاتھوں ۵۰۰۰ سے زیادہ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ اس کے علاوہ چند برس پہلے ترکی میں زلزلے کی بدولت ہونے والی تباہی اب تک ذہنوں سے محو نہیں ہوئی جس کے نتیجے میں ہزاروں اموات ہوئیں' سینکڑوں املاک تباہ ہو گئیں' لوگ پناہ گزین کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے' خاندان بچھڑ گئے اور آزادی پر خوف' امیری پر غریبی اور زندگی پر موت غالب آ گئی تھی۔

آج کے مادہ پرستانہ دور میں ہر چیز ''آزادی'' کے نام پر قربان کی جا رہی ہے اور مشرق سے مغرب تک اخلاقی اقدار کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ اعلیٰ اخلاقی قدریں شیطانی کام سمجھی جا رہی ہیں اور گناہوں کو گلیمر اور گلز کا لبادہ پہنایا جا رہا ہے اور ٹچ آف کلاس کہہ کر متعارف کرایا جا رہا ہے تاکہ معاشرہ ان کو ہنسی خوشی قبول کر لے۔ ایمانداری' سچائی' تقویٰ' دیانت اور اللہ کا خوف کم یاب جبکہ بے حیائی' بے پردگی' ہم جنسیت' جوا' دھوکہ دہی' سودی کاروبار بے حدو حساب دستیاب ہیں۔ اب ذرا ٹچ آف کلاس کو پرے ہٹا کر اور اس کی گیلن گلز اور منوں گلیمر سے باہر تشریف لا کر غور کیجئے کہ زلزلے اپنے پیچھے کیا چھوڑ جاتے ہیں——زمین بوس عمارتیں' لاشوں کے انبار اور پناہ کی تلاش میں دوڑتے بھاگتے ایسے لوگ جو صرف اپنے بچاؤ کے لئے دوڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہی حالت قیامت کے دن ہو گی جب ہر کوئی صرف اپنے لئے پناہ کی تلاش میں ہو گا۔ اس عظیم زلزلے کے دن کے لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

''اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔'' (عبس: ۳۴ تا ۳۶)

جبکہ دنیا میں انہی رشتوں کی خوشی کے لئے ہر ناجائز کو جائز کر لیا جاتا ہے۔ نہ صرف حالیہ زلزلے بلکہ تمام زلزلے اللہ کی وارننگ ہیں۔ یہ وارننگ صرف ان ممالک کے لوگوں کے لئے نہیں ہے جہاں یہ آئے ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے کہ شائد اس طرح وہ مکمل طور پر اپنے اللہ اور اس کے دین کی طرف رجوع کر لیں۔ اب ہم خود ہی ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ اپنا تجزیہ کر لیں کہ ان زلزلوں اور گیارہ ستمبر کے بعد سے لے کر اب تک یہود و ہنود و نصاریٰ کے نرغوں نے ہم پر اور ہماری معاشرت پر کتنے اثرات مرتب کئے ہیں اور کیا واقعی ہمارے دل اللہ کے خوف سے کانپے ہیں——یا اب بھی ہم وہی میوزک' پارٹیز' فیشن اور غیبت سے بھرپور طرزِ زندگی اپنائے ہوئے ہیں! یقیناً ہم میں سے خوش نصیب ہیں وہ جنہوں نے دوسروں کی تکالیف سے سبق حاصل کر کے اپنے آپ کو درست سمت میں موڑ لیا۔ اور اگر اب بھی ہمیں کہیں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی' دل سپاٹ چٹیل میدان بنے ہوئے ہیں اور مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد بڑھنے کے بجائے کم ہو رہی ہے تو یہ احکامِ الٰہی اور شریعت سے کھلی بغاوت ہے۔

زلزلوں، سیلابوں اور دیگر قدرتی آفات کو صرف معمول کے طبعی حادثات کہہ کر نظر انداز کر دینے میں ہماری ان خود ساختہ بدعتوں اور رسم و رواج کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے جن کے سرور میں ہم مزاروں پر چادریں چڑھا کر اور دیگیں پکوا کر اپنے آپ کو کامیاب گردانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں بابا جی اور دھماکے شاہ جی آخرت میں بھی ہماری نیا پار لگوائیں گے۔ جبکہ درحقیقت کامیابی تک کسی ''بہشتی دروازے'' سے نہیں بلکہ صرف اسی دروازے سے گزر کر پہنچا جا سکتا ہے جس پر اللہ لکھا ہوا ہے اور جس سے گزرنے کا طریقہ اور جس تک پہنچنے کا راستہ ہمیں شریعتِ محمدی ﷺ کے ذریعے بتایا جا چکا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''جو میری سنت پر چلے گا' اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کے دلوں میں اس کی دھاک بٹھا دے گا۔''

آج ہم خود ہی اپنا جائزہ لے لیں کہ بحیثیتِ اُمتِ مسلمہ ہماری کتنی ''دھاک'' مشرک قوموں پر بیٹھی ہوئی ہے! اب وقت آ گیا ہے کہ امتِ مسلمہ گہری نیند سے بیدار ہو جائے اور ایک مسلمان دوسرے کو یاد دلاتا رہے کہ ناپ تول میں کمی' امانت میں خیانت' وعدہ خلافی' بے انصافی' فحاشی' موت سے نفرت اور دنیا کی محبت' جیسے گناہ نہ صرف اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں بلکہ عالمِ کفر کو مضبوط بھی کرتے ہیں۔ آج یہود و ہنود و نصاریٰ نے جس طرح ہمارے خلاف محاذ گرم کر رکھا ہے اتنی خطرناک مثال تاریخ میں شاید ڈھونڈے نہ مل سکے۔ کفر کی اس یلغار کا رخ موڑنے کے لئے ہمیں ضرورت ہے بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جانے کی۔ اللہ کی وارننگ ہمیں گناہوں کے گلیمر سے نکال کر ہوشیار و بیدار کرنے کے لئے آتی ہے۔ طب کا ایک اہم اصول ہے کہ جسم میں اگر فاسد مادہ موجود ہو تو اس کو سرجری کر کے نکالا جائے اور زخم کو سی دیا جائے وگرنہ دوسری صورت میں جسم میں زہر پھیل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ قدرتی آفات بھی اسی لئے آتی ہیں کہ ہم شرک و الحاد اور گناہوں کا زہر پھیل جانے سے پہلے ہی اس کا تدارک کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے' ہمیں متحد کر کے یک زبان و ہم قدم کرے اور ہم کو صحیح معنوں میں اپنی طرف موڑ دے۔ آمین!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر **اسرار احمد** مدظلہ کی تالیف

ایجاد و ابداعِ عالم سے عالمی نظامِ خلافت تک

تنزل اور ارتقاء کے مراحل

☆ حیاتِ ارضی کا ارتقاء ☆ تکمیل تخلیق آدم

☆ عطاءِ خلعت خلافت ☆ رحم مادر میں تخلیق آدم کے مراحل کا اعادہ

جیسے بہت سے اہم موضوعات پر قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ڈارون تھیوری کے باعث ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے سوالوں کے تسلی بخش جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

قیمت: ۲۴ روپے ☆ عمدہ طباعت ☆ صفحات: ۶۰

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

اسلام اور رواداری

رواداری بلند درجے کی خصوصیت ہے جو انسان کو اعلیٰ درجے کی تہذیب سے متعارف کراتی ہے۔ مغربی مصنفوں نے مسلمانوں کی تاریخ اور ان کے مذہب پر جو بہتان لگائے ہیں ان میں ایک مسلمانوں کی عدم رواداری ہے جو ایک نہایت ظالمانہ الزام ہے۔ اگر تاریخ عالم کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظلم و تعصب کس کا شیوہ رہا ہے! کیا اس بات سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ ہسپانیہ' صقلیہ اور اپولیا س میں مسلمانوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتارا گیا کہ آج وہاں پر اسلام کا کوئی نام لیوا باقی نہیں رہا۔ کیا اس بات کو کوئی جھٹلا سکتا ہے کہ ۱۸۲۱ کی بغاوت میں مسلمانوں کا اس طرح قتل عام ہوا کہ یونان میں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا گیا۔ کیا یہ تاریخی حقیقت غلط ہے کہ بلقان میں مسلمانوں کی اکثریت کو تمام یورپی قوموں کی تائید و حمایت کے ساتھ ایک نہایت وحشت ناک اور بے دردانہ طور پر اقلیت میں بدل دیا گیا۔

خلفائے بنی اُمیہ کے عہد میں ہسپانیہ میں اور خلفائے بنی عباس کے دور میں بغداد میں عیسائیوں اور یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ سکولوں اور یونیورسٹیوں میں یکجا پڑھنے کی مراعات ہی حاصل نہ تھیں بلکہ ان کے قیام اور طعام کا بندوبست بھی کیا جاتا تھا۔ جبکہ عیسائی کلیسا اٹھارہویں صدی میں خود دو فرقوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور ان دونوں فرقوں کے درمیان اختلاف اور دشمنی اس درجہ ترقی کر چکی تھی کہ بقول گبن (Gibban) مشرقی عیسائیوں کو مسلمانوں کی حکومت میں ضمیر و عقیدہ ہی کی نہیں بلکہ مذہبی شعائر کی آزادی بھی حاصل تھی لہٰذا وہ عیسائیوں کے بجائے مسلمانوں کے زیر سایہ رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ ان عیسائیوں کو جو رومن کیتھولک نہ تھے یا تو رومن کیتھولک مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا یا پھر ان کو نیست و نابود کرنے کے منصوبے سوچے جاتے۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے بہترین تعلقات کے لئے حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے یروشلم میں فاتحانہ داخل ہونے کی داستان ہزاروں بار بیان کی جاتی ہے۔ اس مثال سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کیسے تھے۔ یروشلم کے مسلمان سپہ سالار نے خلیفۃ المسلمین سے بہ نفس نفیس تشریف لاکر مقدس شہر کی کنجیاں خود وصول فرمانے کی درخواست کی تو حضرت عمرؓ مدینہ منورہ سے ایک اونٹ اور ایک غلام ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ آقا اور غلام باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ سوار ہوتے تو غلام نکیل تھامے پیدل چلتا اور جب غلام کی سوار ہونے کی باری آتی تو خلیفۃ المسلمین مہار پکڑ کر چلتے۔ روما کے منصب داروں نے جن کی آنکھوں نے شاہانہ شان و شوکت اور کر و فر دیکھا تھا' جب عالم اسلام کے فقیر شہنشاہ کے سادہ ورود کو دیکھا تو محو حیرت ہو گئے۔ وہ اسلام کے خلیفہ کو اپنے شہر کے فخر زمانہ اور مشہور ترین گرجے میں لے گئے۔ حضرت عمرؓ ابھی گرجے ہی میں تشریف فرما تھے کہ عصر

محمد مارمیڈیوک پکھتال

کی نماز کا وقت ہو گیا۔ عیسائیوں نے گرجے میں مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے کے لئے اصرار کیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ نادان مسلمان کسی وقت اس گرجے کو صرف اس بنا پر مسجد نہ بنا لیں کہ ان کے خلیفہ نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی جائے نماز گرجا کے باہر سیڑھیوں پر بچھا کر نماز پڑھی۔ اس دن سے آج تک یہ گرجا عیسائیوں کی عبادت گاہ ہے۔

بیت اللحم میں بڑے گرجے اور دیگر مُقدس عبادت گاہوں میں بھی ایسا ہی انتظام اور التزام ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید اور بنی امیہ کے دور میں جب تک مسلمان ہسپانیہ میں حکمران تھے' اہلِ کتاب کے ساتھ یہ سلوک اسی طرح قائم رہا۔ اس زمانے میں مسلمان اور عیسائیوں کے مشترکہ عبادت گاہ میں عبادت کرنے کا بھی عام رواج تھا۔ شام میں اب بھی کئی عبادت گاہیں ایسی ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ مشترکہ طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ مسلمانوں نے عیسائیوں پر کبھی کسی طرح کا جبر روا نہیں رکھا بلکہ ان سے نہایت شریفانہ سلوک کیا جاتا رہا۔ مگر تاریخ اسلام کے ایک نہایت مختصر وقفے میں مسلمان اس سے منحرف ضرور ہوئے۔ مصر کے بنی فاطمہ (فاطمی) نے جب تھوڑے زمانے کے لئے شام کو اپنے زیر نگیں کر لیا تھا تو اس دیوانے خلیفہ حاکم بامر اللہ نے ان پر ظلم و زیادتی کا دروازہ کھول دیا تھا۔ ان کے زائرین کو روکا جاتا اور یوں گرجے میں کچھ مدت کے لئے عبادت میں ضرور خلل پڑا۔ یورپ کے زائرین نے اس مذہبی سزا کی داستان کو بڑھا چڑھا کر اور مزے لے لے کر لکھا اور یہی مبالغہ پہلی صلیبی جنگ کی وجہ بنا۔ جب عیسائی فوجیں شام تک پہنچ گئیں تو اس وقت بنو فاطمہ کا شام سے اخراج ہو چکا تھا اور اس وقت کے عیسائی پہلی سی آزادی اور آسائش حاصل کر چکے تھے۔ البتہ جب صلیبی جنگوں میں مسلمانوں نے یروشلم کو ختم کیا اور صلیبی فوجوں نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ مشرقی عیسائیوں کو بھی قتل کیا تو وہ مشرقی عیسائی جو وہاں مقیم رہے اور جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ہجرت نہیں کی ان کو صلیبی فوجوں کے دور میں نیچ اور کم ذات سمجھا جاتا رہا۔ ان سے وہ تمام امتیازات بھی یکسر چھین لئے گئے جو اسلامی حکومت میں ان کو میسر تھے۔ چنانچہ اپنی زندگی سنوارنے کی غرض سے ان میں سے کئی رومن کیتھولک بن گئے لیکن جب مسلمانوں کا دوبارہ شام پر قبضہ ہو گیا تو وہ سب مہاجر عیسائی واپس وطن آ گئے اور اس طرح مشرقی عیسائیوں کو ان عیسائیوں کے مقابلے میں جو پاپائے اعظم کے زیر اثر تھے بڑی اکثریت حاصل ہو گئی۔ یوں پرانا اسلامی نظام پھر بحال ہو گیا اور تمام ذمیوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہو گئے جو اسلامی شریعت کی رو سے ان کو ملنا چاہئیں تھے۔

اٹھارہویں صدی کی ابتدا تک مسلمانوں کی طرف سے اپنی عیسائی رعایا پر بعض معاشرتی قیود عائد رہیں۔ لیکن ان پابندیوں کی ان روح فرسا پابندیوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں جو اسی زمانے میں عیسائی امراء نے رومن کیتھولک عیسائیوں پر روا رکھی تھیں۔ لیکن دوسری طرف آئر لینڈ کے رومن کیتھولک عیسائیوں نے جو مظالم پروٹسٹنٹ فرقے پر ڈھائے ان کی حیثیت بھی ان مظالم کے مقابلے میں ہیچ تھیں جو عیسائی امراء رومن کیتھولک رعایا پر ڈھا رہے تھے۔ مسلمانوں کی پابندیوں کا اثر تو صرف امیر لوگوں پر تھا' غریب مسلمان اور غریب عیسائی تو اس دور میں بھی ایک دوسرے کے دلی دوست اور نیک ہمسائے تھے اور ہر طرح کی مساوات قائم تھی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی مذہبی آزادی میں کبھی خلل نہیں ڈالا۔ مسلمان حکومت میں ان کے لئے مذہبی سزائیں یا سمتھ لینڈ کی آگ کی طرح کی کوئی چیز نہ تھی۔ عیسائیوں کے وہ چھوٹے چھوٹے فرقے جن کو بڑے فرقے والے لا دین اور لامذہب کہتے تھے اور جن کو اگر بڑے فرقوں کے رحم و کرم پر چھوڑا جاتا تو ان کا نام و نشان تک مٹ چکا ہوتا' اسلام کے زیر سایہ امن اور آزادی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ عیسائیوں کی لاتعداد مذہبی خانقاہوں کو جن کے خزانوں کی ملکیت کا اندازہ کروڑوں پونڈ سے بھی زائد تھا' حضور سرکار دو عالم ﷺ کے منشورِ آزادی کی بدولت

(باقی صفحہ ۹ پر)

شہادت کا انتظار

فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے' اسے کیا نام دیا جائے؟ بے شمار جہتیں اور لاتعداد زاویے رکھنے والے اس سانحے کی بنیاد میں وہی بغض' وہی عداوت' وہی نفرت' وہی عناد اور وہی کدورت کارفرما ہے جسے تہذیبوں کی کشمکش کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی نظریاتی تصادم کا۔ دوہرے معیار اور دوغلے کردار کے مکروہ جال میں جکڑی ہوئی غیر مسلم دنیا امریکہ کی قیادت میں اقوام متحدہ کی معاونت کے ساتھ ایک خوں آشام کھیل میں مصروف ہے۔ رملہ کی کہانی تورابورا کی داستان کا ذرا بدلا ہوا اسلوب ہے جہاں فلسطینی اتھارٹی کے صدر یاسر عرفات محصور ہو چکے ہیں۔ شہر کو فوجی زون قرار دے دیا گیا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سٹیشن پر اسرائیل قابض ہے۔ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں یاسر عرفات کے ہیڈ کوارٹرز کو روند رہی ہیں' آنسو گیس کی مسلسل شیلنگ ہو رہی ہے' عمارت کی بجلی اور پانی بند ہے۔ باہر کی دنیا سے رابطے منقطع ہیں۔ کرفیو زدہ شہر دھماکوں سے گونج رہا ہے۔ گھر گھر تلاشی لی جا رہی ہے۔ سولہ سے چالیس سال تک کی عمر کے تمام لوگ گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ ایک عمارت میں پناہ لینے والے سکیورٹی کے تیس اہلکاروں کو ذبح کر دیا گیا۔ نابلوس اور دیگر مقبوضہ شہروں میں بھی قتلِ عام جاری ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ اسرائیلی فوج یاسر عرفات کے کمروں تک پہنچ گئی ہے اور حفاظتی دستوں سے اس کی جھڑپیں ہو رہی ہیں۔ اسرائیلیوں نے دروازے توڑ کر یاسر عرفات کے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ اسرائیلی حکومت کا کہنا ہے کہ اس کا مقصد یاسر عرفات کو ہلاک کرنا نہیں' صرف ''ہتھیار'' ڈالنے پر مجبور کرنا ہے۔ حالات پر نظر رکھنے والوں کا خیال ہے کہ اسرائیل نے حتمی طور پر طے کر لیا ہے کہ یاسر عرفات کو ماتھا رگڑنے اور کلغی جھکانے پر مجبور کر دیا جائے اور اپنی عسکری برتری کی دھاک بٹھانے کے بعد اپنی مرضی کا حل مسلط کر دیا جائے۔ دو کمروں میں اسیر یاسر عرفات نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں میں پستول لہراتے ہوئے کہا کہ ''جو لوگ میرے ہتھیار ڈالنے کے انتظار میں ہیں' وہ یاسر عرفات کو نہیں جانتے۔ میں مر جاؤں گا لیکن ہتھیار نہیں ڈالوں گا''۔ ادھر یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ کسی بھی لمحے کوئی آوارہ گولی یاسر عرفات کے سینے میں اتر سکتی ہے۔ اسے خودکشی یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور ڈرامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

کابل' قندھار اور سری نگر سے رملہ تک پھیلی خون میں لت پت در و دیوار کی یہ خونچکاں حکایت جانے کب ختم ہو

عرفان صدیقی

گی۔ اس حکایت سے بھی زیادہ بڑا المیہ یہ ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے عالمی کولیشن کی امامت کرنے والا امریکہ معتبر ہے اور ادنیٰ ترین معیارِ انسانیت سے بھی گرا ہوا کردار و عمل رکھنے کے باوجود پیشوائے تہذیب و مبلغ اخلاقیات بنا بیٹھا ہے۔ اس کا ٹیلی فون افلاک کی بلندیوں سے اترنے والے پیغام کی طرح مقدس' اس کا بلاوا آرزوئے وصل کی معراج' اس کا مصافحہ خوش بختی کا نقطۂ کمال اور اس کے دسترخوان کا نوالہ جنت کے میووں سے لذیذ تر ہے۔ امریکہ کی پسلی سے پیدا ہونے اور اس کی آغوش میں پروان چڑھنے والے اسرائیل نے سفاکی اور بربریت کا بازار گرم رکھا ہے جس کی نظیر امریکہ اور بھارت جیسی ''عظیم جمہوریتوں'' کے سوا کہیں اور نہیں ملتی۔ ایریل شیرون کے ہاتھوں سے ابھی تک صابرہ اور شتیلہ کے شہیدوں کا لہو ٹپک رہا ہے۔ اس کی مسلمہ دہشت گردی کی شرمناک کہانیاں دنیا بھر کے پریس کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ مظلوموں کا لہو کھولتا ہے اور جب گلاب جیسے چہروں والی معصوم بچیاں اپنے پھول جیسے جسموں کے ساتھ بم باندھ کر ظالم سے انتقام لیتی ہیں تو اسے ''دہشت گردی'' کا نام دیا جاتا ہے۔ جارج بش کہتا ہے کہ ''ابھی یاسر عرفات کو اور بہت کچھ کرنا ہے۔ اسرائیل اپنی سلامتی کے لئے جو کچھ کر رہا ہے اس میں وہ پوری طرح حق بجانب ہے''۔ کولن پاول برہنہ جارحیت اور عریاں دہشت گردی کی وارداتوں کی مذمت سے انکار کر دیتا ہے اور تسلی دیتا ہے کہ ''اسرائیل یاسر عرفات کو قتل نہیں کرے گا''۔ اقوام متحدہ' امریکہ کی خوابگاہوں کی جاروب کشی کرنے والی کنیز بن چکی ہے اور

****

مسلم کش فسادات پر پوری دنیا کی خاموشی

بھارت میں مسلم کش فسادات کی لہر گجرات کے بعد مہاراشٹر تک پھیل گئی ہے۔ دونوں صوبوں میں متعدد تازہ ترین وارداتوں میں ہندو بلوائیوں نے کم از کم گیارہ مسلمانوں کو شہید کر دیا جبکہ ایک مسجد کو نقصان پہنچایا۔ ناگپور کے ایک قصبے میں چار مسلمانوں کو چھرا گھونپ کر شہید کر دیا گیا اور ۱۵ زخمی کر دیئے گئے۔ گجرات اور مہاراشٹر کے شہروں' قصبوں اور دیہاتوں میں مسلم املاک کو نذرِ آتش کرنے کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔

بھارت میں مسلم کش فسادات کا سلسلہ شروع ہوئے اب اتنا عرصہ گزر چکا ہے کہ دنیا یہ آسانی سے باور کر سکتی ہے کہ بھارتی حکومت مسلمانوں کے خون کی اس بھیانک ہولی پر خوش ہی نہیں' ایک طرح سے اس میں شامل بھی ہے۔ جو حکومت ۱۰ لاکھ فوج سرحدوں پر الرٹ رکھ سکتی ہے وہ مسلم کش فسادات میں ملوث انتہا پسند ہندو بلوائیوں کو قابو کیسے نہیں کر سکتی؟ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ مسلم دنیا کے تمام ممالک اور امریکہ سمیت دنیا بھر میں دہشت گردی کے خلاف صف آراء اس کے اتحادی بھی بھارت کے مظلوم و کسمپرس مسلمانوں کے قتلِ عام پر خاموش ہیں' حالانکہ یہ دہشت گردی کی بدترین شکل ہے۔ اسی طرح جس کثرت اور تیزی سے مسلمانوں کی مساجد کو مسمار کیا جا رہا ہے وہ بھی ایک جمہوریت کے دعوے دار ملک میں دہشت گردی کی واضح مثال ہے۔ مسلم امہ کی بے حمیتی اور غفلت کا تو یہ عالم ہے کہ اسلامی ملک سینیگال نے بھارت کی حمایت کا اعلان کیا ہے جبکہ کئی اسلامی ملکوں کے بھارت کے ساتھ تجارتی' ثقافتی اور دیگر خوشگوار روابط قائم ہیں اور وہ اپنے تعلق کی بنیاد پر بھی گجرات اور اب دوسرے صوبوں میں جاری مسلم کشی کی وارداتوں پر ایک لفظ تک کہنے کے روادار نہیں۔ جب اپنوں کا یہ عالم ہے تو یہود و ہنود اور نصاریٰ سے کیا شکوہ!

بھارت کو جو ایک سیکولر اور دنیا کی بڑی جمہوریت ہونے کا دعوے دار ہے' اپنے وجود کی بقا کے لئے ہی اپنے ہاں موجود سب سے بڑی اقلیت کو تحفظ دینا چاہئے اور محض انتہا پسندی کی عارضی سیاست بازی کو ترک کر کے بھارت میں رہنے والے ہر دین دھرم کے طبقے کی جان' مال اور آبرو کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اقوام متحدہ جس کی شہرت ہی امریکی مفادات کا تحفظ دینا ہو گیا ہے' اسے اب دنیا بھر اور بالخصوص بھارت کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں بھی آواز اٹھانی چاہئے۔ بھارت کے انتہا پسند ہندو بلوائی اور ان کے نعرے پر قائم بی جے پی حکومت صرف اس لئے اپنے ہاں مسلم کشی کے مسلسل واقعات کو ہونے دے رہی ہے کہ پوری دنیا اور بالخصوص اسلامی دنیا سے کوئی بھی آواز انہیں روکنے کے لئے بلند نہیں ہوئی۔ اگر بے لگام طاغوتی قوتیں اسی طرح خونِ مسلم سے روئے زمین کو رنگین بناتی رہیں تو مسلم امہ کا انجام کیا ہو گا' اس کا اندازہ ابھی سے کر لینا چاہئے۔ فاعتبروا یاولی الابصار

(روزنامہ نوائے وقت ۴ اپریل ۲۰۰۲ء کا ادارتی شذرہ)

رقص ابلیسی دیکھتے ہوئے بھی اس کا چارٹر جھرجھری تک نہیں لیتا۔ عرب لیگ پرسا دے کر گھر چلی گئی' اسلامی کانفرنس جائزہ لے رہی ہے۔ پاکستان' جو کبھی مسلم مفادات کے ہر اوّل دستے کا سالار تھا' اب وہ "مردِ بیمار" کی طرح اپنے آزار میں مبتلا' اپنی چوٹیں سہلا رہا ہے۔

یاسر عرفات نے کیا کچھ نہیں کیا؟ امریکہ کی دلداری اور اسرائیل کے خیرخواہوں کی خوشنودی کے لئے کیسے کیسے معاہدوں پر دستخط کئے' کیسی کیسی پسپائی قبول کی' کیسی کیسی مفاہمتوں اور مصلحتوں سے سمجھوتہ کیا لیکن لاحاصلی کے اس لمبے سفر کا انجام یہ ہے کہ وہ توپوں کی گھن گرج سے لرزتے دو کمروں میں بند' شہادت کا انتظار کر رہے ہیں۔

شہادت کے انتظار سے میرا دھیان پھر قندھار کے مردِ جری کی طرف نکل گیا جس کا نام ملا محمد عمر ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ بھی ہماری نصیحتیں مان کر مفاہمتوں' مصلحتوں' معاہدوں' مصافحوں' معانقوں' ملاقاتوں اور مداراتوں کی راہ پر چل پڑتا تو کیا ہوتا؟ یقیناً ایک نہ ایک دن وہ شہادت کی منزلِ مراد تک پہنچ جاتا۔ ہاں یہ ممکن ہے اس کا عرصہ حیات کچھ طویل ہو جاتا' وہ کچھ وقت کے لئے کابل کی اتھارٹی کا صدر بن جاتا لیکن امریکہ کی کرسیٔ صدارت پر بیٹھا کوئی "بش" مسلسل یہی کہتا رہتا "ابھی ملا عمر کو اور بہت کچھ کرنا ہے" اور پھر کسی دن ملا عمر کا اقتدار قندھار کے تنگ و تاریک حجرے تک محدود ہو جاتا اور وہ انہونی کو سامنے کی دیوار پر لکھا دیکھ کر کہتا "میں شہید ہونے کے لئے تیار ہوں"۔

بہت کچھ کرنے والوں کو بھی' کچھ نہ کرنے والے نافرمان لوگوں کے انجام سے ہی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ازل سے ابد تک کی وسعتوں پر محیط معرکۂ پیہم کا یہی سبق ہے۔ کچھ کرنے والوں پر' اور بہت کچھ کرنے والوں کے تازیانے برستے رہتے ہیں۔ کچھ نہ کرنے اور ظالم کی رعونت کا تمسخر اڑانے والے ان تازیانوں کے آزار سے محفوظ رہتے ہیں۔ شہادت تو آنی ہی ہے! (بشکریہ نوائے وقت)

سلامتی کونسل کی قرارداد سے اسرائیل کی بغاوت

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی تازہ قرارداد اور عالمی تشویش کو مسترد کرتے ہوئے اسرائیل نے تشدد کی کارروائیوں کا دائرہ رملہ کے علاوہ کئی فلسطینی علاقوں تک بڑھا دیا ہے اور یاسر عرفات کے گرد گھیرا مزید تنگ کیا جا رہا ہے۔ امریکہ اسرائیل کی حمایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ اسرائیلی بکتر بند گاڑیاں' ٹینک اور زمینی فوج ہفتے کو بیت المقدس اور بیت اللحم کے قصبہ بیت جالا میں داخل ہو گئی ہیں اور صیہونی افواج اور فلسطینیوں کے درمیان فائرنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے ٹیلی فون پر یاسر عرفات سے گفتگو کرتے ہوئے ان پر زور دیا ہے کہ وہ اسرائیل میں "تشدد" کی کارروائیاں روکیں۔ کولن پال نے کہا کہ عرب دنیا کے لئے بھی امریکہ کا یہی پیغام ہے کہ وہ دہشت گردوں کو فوری طور پر گرفتار کرنے کے لئے فلسطینی صدر پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ مسٹر پاول نے کہا کہ اسرائیل جو اقدام کر رہا ہے' اپنے دفاع میں کر رہا ہے اور اسے اپنے دفاع کا مکمل حق حاصل ہے۔ واضح رہے کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک متفقہ قرارداد میں اسرائیل پر زور دیا ہے کہ وہ فوری طور پر رملہ میں فلسطینی صدر عرفات کے ہیڈ کوارٹر کا قبضہ ختم کر کے تمام فلسطینی علاقوں سے اپنی فوجیں واپس بلائے اور خطے میں قیام امن کے لئے مذاکرات اور جنگ بندی کے لئے جامع سمجھوتہ کرے۔ تمام عرب ممالک نے اقوام متحدہ کی اس قرارداد کا خیر مقدم کیا ہے اور مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی کوششیں جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں متفقہ طور پر منظور کی گئی اس قرارداد کو اسرائیل نے جس طرح جوتے کی نوک پر رکھا ہے اور مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر عالمی برادری کی تشویش کو جس طریقے سے نظر انداز کر دیا ہے اس کے بعد یہ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اسرائیل مشرق وسطیٰ میں قیام امن کے لئے کسی بھی طرح سے سنجیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیل اپنے آپ کو کسی بھی بین الاقوامی ادارے' قانون یا ضابطے کا پابند نہیں سمجھتا اور اس کی نظر میں عرب ممالک کی مخالفت اور عالمی برادری کی تشویش کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسرائیل اس سے پہلے بھی اقوام متحدہ کی ۶۰ قراردادوں کو ٹھکرا چکا ہے۔ ایسا صرف اس لئے ہے کہ اسرائیل جانتا ہے کہ امریکہ کی آشیرباد کے ہوتے ہوئے کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور سلامتی کونسل کی قراردادیں بھی اسی وقت قابل عمل ہو سکتی ہیں جب ان پر امریکی مفادات کے مطابق ہونے کی مہریں لگی ہوئی ہوں۔ اس وقت امریکہ کا مفاد فلسطین کے مظلوم و مجبور مسلمانوں سے عزت کی موت مرنے کا حق بھی چھیننے اور فلسطینیوں کی کمزور و نحیف کمر توڑ کر رکھنے میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول اسرائیل کی وکالت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور بدترین اسرائیلی جارحیت رکوانے کی بجائے فلسطین کے بے بس اور مفلوج رہنما یاسر عرفات کو فدائی حملے روکنے کے احکام صادر کر رہے ہیں۔ اس صورت حال پر عالم اسلام اور خصوصاً عرب دنیا میں زبردست احتجاج اور اضطراب دیکھنے میں آ رہا ہے اور بعض عرب رہنماؤں نے فلسطینی مسلمانوں کی باقاعدہ فوجی مدد کی تجویز پیش کی ہے۔ اگر اس طرح کی کسی تجویز پر خفیہ یا اعلانیہ عمل درآمد ہوتا ہے تو اس سے مشرق وسطیٰ میں ایک طویل اور تباہ کن جنگ شروع ہو سکتی ہے جس کے نقصانات پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی جانب سے اسرائیل سے فوجوں کی واپسی کے مطالبے کی قرارداد قابل ستائش ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کو اسرائیلی جارحیت رکوانے اور مشرق وسطیٰ میں کسی ہولناک جنگ کا سدباب کرنے کے لئے عملی اقدامات بھی کرنا ہوں گے۔ اقوام متحدہ پر مسلمانوں کا اعتماد اسی صورت میں بحال ہو سکتا ہے جب مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف اب تک پیش کی جانے والی تمام قراردادوں پر عمل درآمد بھی یقینی بنایا جائے۔ مسلمان بجا طور پر یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہے کہ اقوام متحدہ جب بھی کسی اسلامی ملک کے خلاف کوئی قرارداد پیش ہوتی ہے تو اس پر فوری عمل درآمد کے لئے تمام رکن ممالک سرگرم ہوتے ہیں جیسا کہ عراق' مشرقی تیمور اور افغانستان کے خلاف دیکھنے میں آیا لیکن اقوام متحدہ کی وہ تمام قراردادیں جن میں مسلمانوں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے' ہمیشہ سرد خانے کی زینت بنتی ہیں جس کی وجہ سے عالم اسلام میں اس ادارے کی افادیت کے بارے میں سوالات اٹھائے جاتے رہے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام رکن ممالک اقوام متحدہ کی اس قرارداد پر عمل درآمد یقینی بنانے اور اسرائیل کو فلسطینیوں کے خلاف مزید جارحیت سے روکنے کے لئے موثر اور بھرپور اقدامات کریں۔ مسلمانوں کے لئے یہ وقت نہایت ہی کربناک اور الم انگیز ہے۔ اس موقع پر اگر عالمی برادری نے ذمہ داری کا ثبوت نہ دیا تو پھر مسلمانوں میں پائی جانے والی بے چینی اور احساس محرومی سے عالمی امن کے لئے خطرناک مسائل جنم لے سکتے ہیں اور مسلم دنیا کے ساتھ ساتھ عالمی برادری کا سکون بھی غارت ہو سکتا ہے۔

(روزنامہ "اسلام" کراچی ۲ راپریل کا اداریہ)

بقیہ حسن انتخاب

مسلمانوں کی حکومت میں پھلنے پھولنے کا حق حاصل تھا۔ مذہبی آزادی اور احترام ان سب کو نصیب رہا اور عیسائیوں کے مختلف فرقوں کو کونسل آف دی ایمپائر (Council of the Empire) میں نیابت دی گئی اور صوبائی و ضلع کی کونسلوں میں ان پادریوں کو نمائندے کی حیثیت سے لیا گیا اور ایسے مسائل جن کا تعلق عیسائیوں سے ہوتا' وہ ان کے نمائندوں کی رائے کے بغیر حل نہ کئے جاتے۔

آج سے تین سو سال قبل صرف فرانسکن راہب ہی مغربی یورپ کے عیسائی مبلغ تھے۔ اس زمانے میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور شہروں کے شہر اس وبا کی نذر ہو گئے۔ ان عیسائی راہبوں نے بغیر امتیاز مذہب و ملت بیماروں کی دیکھ بھال اور مُردوں کی تجہیز و تکفین کی۔ خدمتِ خلق کے اس مقدس جذبے کے احترام کے طور پر خلافتِ ترکیہ نے خوش ہو کر اعلان کر دیا کہ آئندہ فرانسکن مبلغوں کا تمام مال کسٹم سے آزاد رہے گا۔ گو کہ اس اعلان میں صرف فرنکش (یعنی مغربی یورپین) کا لفظ صاف طور پر درج تھا لیکن جب بعد میں دوسرے سینکڑوں مشنریوں نے جن میں اکثر رومن کیتھولک بھی نہ تھے بلکہ دوسرے فرقوں سے تعلق رکھتے تھے' اس اعلان کے بل بوتے پر رعایت طلب کی تو خلافت ترکیہ نے نہایت فیاضانہ سلوک روا رکھتے ہوئے تمام مشنریوں کو اس رعایت کا مستحق گردانا۔

(انتخاب و تلخیص: جاوید اسلام خان)

خلیفۂ ثانی کا عجز و انکسار

ساجد مقصود فاروقی

حضرت عمر فاروقؓ کا دور اسلامی تاریخ کا درخشندہ اور بے مثال دور ہے۔ اس عہد کے واقعات تمام مذاہب میں ضرب المثل بن گئے۔ ایڈورڈ گبن' ژوسو' وریڈرک' برنارڈ شا' گاندھی' نہرو کے علاوہ عیسائی' یہودی' کمیونسٹ سبھی دنیا کے روحانی پیشوا اور حکمران آپؓ کی طرز زندگی' دستور مملکت پر آج تک رطب اللسان ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کی اصلاحات اور کارناموں پر بڑے بڑے فلاسفر اور حکمران سر دھن چکے ہیں۔ دنیا کا کوئی صاحب قلم اور مؤرخ حضرت عمرؓ کی اصلاحات کو نظر انداز کئے بغیر سستے انصاف کے حامل اصول اور قواعد و ضوابط وضع نہ کر سکا۔

عدل فاروقیؓ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے چند واقعات ذیل میں ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں:

(۱) ایک مرتبہ بازار میں نہایت فربہ اونٹ فروخت ہو رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ یہ اونٹ کس کا ہے! جواب ملا کہ آپ کے فرزند کا ہے۔ آپؓ نے ان سے پوچھا: یہ اونٹ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اس کو خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا۔ اب یہ کچھ فربہ ہو گیا ہے اس لئے قابل فروخت ہے۔ آپؓ نے فرمایا: بیٹے! یہ اونٹ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اور عوام الناس نے یہ سمجھ کر کہ امیر المومنین کے بیٹے کا اونٹ ہے اسے خوب کھلایا گیا ہے۔ اس لئے تم صرف اونٹ کی اصل قیمت کے حقدار ہو۔ اس لئے آپؓ نے اونٹ کی اصل قیمت ان کے حوالے کر دی اور باقی بیت المال میں جمع کرا دی۔

(۲) حضرت عمرؓ نے وظائف کی تقسیم کے لئے ایک فہرست بنائی جس میں سب سے آخر میں اپنے خاندان کا نام لکھا۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ سب سے پہلے اپنا اور اپنے خاندان کا نام لکھیں۔ یہی بات خاندان بنی عدی نے بھی کہی۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور غصے بھرے لہجے میں کہا: چلو دور ہو۔ میں تمہاری خاطر اپنی نیکیاں برباد کر دوں' یہ ممکن نہیں۔ بخدا تمہارا نام سب سے آخر میں ہو گا کیونکہ جو عزت مجھے دنیا میں ملی ہے اور آخرت میں جس اجر کا امیدوار ہوں یہ صرف حضور ﷺ کی ذات بابرکات کا صدقہ ہے۔ ہمیں جو شرف بھی حاصل ہوا' آنحضرت ﷺ کے طفیل ہی حاصل ہوا۔ وظائف کی فہرست میں سب سے پہلے ان کے خاندان کو جگہ دی جائے گی۔ پھر جو لوگ جس درجے میں آپ ﷺ سے قریب ہوں گے اس اعتبار سے ان کے نام درج ہوں گے۔

(۳) حضرت عمرؓ ایک دن صدقے کے اونٹوں پر تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے!

(۴) ایک مرتبہ ایک گزی کا ایک کرتا ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کے لئے دیا۔ اس نے اس کے ساتھ ایک نرم کپڑے کا کرتا پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ کرتا اس کو واپس کر دیا اور اپنا کرتا لے کر فرمایا: اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔

(۵) حضرت عمرؓ ایک دفعہ کافی دیر سے گھر سے تشریف لائے۔ باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے۔ فرمایا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے' اس لئے ان ہی کپڑوں کو دھو کر سوکھنے ڈال دیا تھا۔ خشک ہوئے تو وہی پہن کر باہر نکل آیا۔

(۶) ایک دفعہ عامل یمن حضرت عمرؓ کے پاس اس حالت میں حاضر ہوا کہ لباس فاخرہ زیب تن تھے اور بالوں میں خوب تیل لگایا ہوا تھا۔ اس وضع کو دیکھ کر حضرت عمرؓ بہت ناراض ہوئے اور اسے حکم دیا کہ انہیں اتار دے۔

(۷) حضرت عمرؓ شام سے دار الخلافہ کو واپس آ رہے تھے کہ راہ میں ایک خیمہ دیکھا۔ سواری سے اتر کر خیمے کے قریب گئے تو ایک بڑھیا نظر آئی۔ آپؓ نے اس سے سوال کیا کہ عمرؓ کا کچھ حال معلوم ہے۔ اس نے کہا' ہاں شام سے روانہ ہو چکا ہے لیکن (نعوذ باللہ) خدا اس کو غارت کرے۔ آج تک مجھ کو اس کے ہاں سے ایک حبہ بھی نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اتنی دور کا حال عمرؓ کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ بولی کہ اس کو رعایا کا حال معلوم نہیں تو خلافت کیوں کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو سخت رقت ہوئی اور بے اختیار رو پڑے۔ طبیعت ٹھیک ہوئی تو اس کی حاجت پوری کی اور اس کے سخت سست کہنے کو بالکل محسوس نہ کیا۔

(۸) ابوشحمہ نے جو حضرت عمرؓ کے صاحبزادے تھے' ایک دفعہ شراب پی تو خود اپنے ہاتھ سے انہیں ۸۰ کوڑے مارے اور اسی صدمے سے وہ بے چارے قضا کر گئے۔

قدامہ بن مظعون جو حضرت عمرؓ کے برادر نسبتی تھے' جب شراب کے کیس میں ماخوذ ہوئے تو اعلانیہ ان کو ۸۰ درے لگوائے۔

(۹) شام کے سفر میں جب حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں حضرت خالدؓ کی معزولی کی وجہ اور اپنی برأت بیان کی تو ایک شخص نے وہیں اٹھ کر کہا: اے عمرؓ! خدا کی قسم تو نے انصاف نہیں کیا۔ تو نے رسول اللہ ﷺ کے عامل کو موقوف کر دیا۔ تو نے رسول اللہ ﷺ کی کھینچی ہوئی تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔ تو نے قطع رحم کیا' تو نے اپنے تایازاد بھائی پر حسد کیا۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا کہ تم کو اپنے بھائی کی حمایت میں غصہ آ گیا۔

(۱۰) فتوحات کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے ان تمام ارضیات کو جو شاہی جاگیریں تھیں' یا جن پر رومی افسر قابض تھے' باشندگان ملک کے حوالے کر دیا اور بجائے اس کے کہ مسلمان افسروں یا فوجی سرداروں کو عنایت کی جاتیں' مستقل قانون بنا دیا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے۔ یعنی اگر مالکان اپنی خوشی سے فروخت کرنا چاہیں تب بھی مسلمان انہیں نہیں خرید سکتے۔

(۱۱) ہر سال جب عراق کا خراج آتا تھا تو سیدنا عمر فاروقؓ دس ثقہ اور معتمد شخص کوفہ سے اور اسی قدر بصرہ سے طلب کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کو چار دفعہ شرعی قسم دلاتے تھے کہ یہ مال گزاری کسی ذمی پر ظلم کر کے تو نہیں لی گئی ہے۔

یہ چند واقعات اختصار کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں' ویسے تو سیدنا عمرؓ کا پورا دور خلافت ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس زمانے میں بھی ہمارے لئے فاروقؓ جیسا حکمران پیدا فرمائے! آمین ثم آمین۔

ضرورت رشتہ

ساٹھ سالہ' صحت مند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ امریکی شہری کے لئے رفیق حیات کی ضرورت ہے۔ مذہبی رجحانات رکھنے والی ڈاکٹر یا اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون قابل ترجیح ہو گی۔ بیوہ یا مطلقہ معزز خاتون دو بچوں کے ساتھ بھی قابل قبول ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

رابطہ: 421 پاک بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون: 7840055

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

دہشت گرد کون؟ اسرائیل‘ امریکہ یا دونوں!

یورپین امریکین اتحاد اور حقوق کے ادارہ کے سربراہ David Duke کا ایک چشم کشا مضمون

یہ بات کہ ۱۱ ستمبر کے واقعہ میں موساد کا ہاتھ تھا‘ اب نسبتاً واضح ہو کر سامنے آ رہی ہے۔ (یاد رہے کہ امیر محترم نے واقعہ کے اگلے روز ہی اپنے قریبی ساتھیوں کے سامنے اس امکان کا اظہار کر دیا تھا۔) ذیل میں ہم ڈیوڈ ڈیوک کے ایک مضمون *"How Israeli terrorism and American treason caused the Septermber 11 Attacks."* سے چند مختصر اقتباسات پیش کر رہے ہیں جس سے اسرائیل کی امریکہ پر دھونس اور اس واقعہ میں اس کے ملوث ہونے کا امکان پایہ ثبوت تک پہنچتا دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ فاضل مضمون نگار کے اصل مخاطب امریکی عوام ہیں جنہیں وہ اس عالمی دہشت گردی کا احساس دلانا چاہتے ہیں جس کا مرکز و محور اسرائیل اور امریکہ اس کا آلۂ کار ہے‘ تاہم ہمارے ہاں کے مغرب زدہ دانش ور حضرات کے لئے بھی‘ جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ طالبان اگر مجسمے نہ گراتے‘ عورتوں سے زبردستی پردہ نہ کراتے یا اسامہ کو امریکہ کے حوالہ کر دیتے تو ان پر یہ آفت نہ ٹوٹتی‘ عبرت کا سامان موجود ہے۔ (ادارہ)

"…..If you agree that those who commit terrorist acts against America should be punished, then America should put Israel at the top of our hit list; for in this article, I will prove that Israel has committed deliberate acts of murderous terrorism and treachery against America….."

The real reason we have suffered the terrorism of the WTC attack is shockingly simple.

Too many American politicians have treasonously betrayed the American people by blindly supporting the leading terrorist nation on earth: Israel….."

گویا ڈیوڈ ڈیوک کے نزدیک **WTC** پر حملے کے اصل مجرم اسرائیل اور اس کے پشت پناہ امریکی سیاست دان ہیں۔

☆☆☆

"…..If President Bush is truly serious about punishing nations that support or harbor terrorists, he will have to begin with Israel, a nation that elected one of the world's worst terrorists and mass murderers as its the Head of State….. Israel has the nasty habit of electing its most notorious terrorists and mass murderers as its Head of State…

While America doggedly pursues elderly suspected German war criminals, American Presidents have state dinners honoring Jewish ones!

Mr. Bush is fond of talking about wiping out evil terrorists, yet was not a massacre such as Deir Yassin clearly an act of consummate evil?….."

خلاصہ بحث یہ کہ اگر دہشت گردوں کو مدد اور پناہ دینے والے ممالک کی سرکوبی درکار ہے تو سب سے پہلے اسرائیل کی باری آنی چاہئے جہاں کے عوام ہمیشہ دنیا کے بدترین دہشت گردوں اور قاتلوں کو اپنا رہنما منتخب کرتے ہیں۔

☆☆☆

" Most Americans have read countless gory accounts Jewish Holocaust atrocities or even stories about the Israeli victims of Palestinian suicide bombers….. but most Americans have never read even one account like the one quoted here.

Qana, southern Lebanon - It was a massacre. Not since Sabra and Chatila had I seen the innocent slaughtered like this. The Lebanese refugee women and children and men lay in heaps, their hands or arms or legs missing, beheaded or disemboweled. There were well over a hundred of them. A baby lay without a head. The Israeli shells had scythed through them as they lay in the United Nations shelter, believing that they were safe under the world's protection. Like the Muslims of Srebrenica, the Muslims of Qana were wrong.

If you would like to know the real motivations of terrorists like Osama bin Laden, The Nation magazine, describes his reaction to the Israeli Qana massacre.

When I last saw bin Laden, he was still obsessed with the Israeli massacre of 107 Lebanese refugees sheltering at the UN camp at Qana in April 1996. Israel claimed it was a 'mistake,' the UN conceded otherwise and President Clinton called it only a 'tragedy'--as if it was a natural disaster. It was, said bin Laden, an act of 'international terrorism.' There must be justice, he said, and trials for the Israeli perpetrators.

امریکی عوام یہودیوں پر ہونے والے مظالم اور فلسطینی خودکش حملہ آوروں کے ہاتھوں ہلاکتوں کے بارے تو بہت کچھ پڑھتے ہیں‘ کبھی انہوں نے **Robert Fisk** جیسے معتبر انگریزی صحافی کا اس طرح آنکھوں دیکھا حال بھی امریکی اخبارات و جرائد میں پڑھا ہے جس میں اسرائیلی دہشت گردی کا ذکر ہو اور جس کا رونا اسامہ بن لادن روتا ہے؟

☆☆☆

"…..In fact, we attacked Afghanistan on far less grounds than we have for attacking Israel. No evidence exists that Afghanistan approved of or even knew anything about the attack on the World Trade Center; but in the Lavon Affair, the Israeli government committed a direct act of war against the United States. If America's leaders, after Israel's terrorist attack against us in the Lavon Affair, would simply have stopped their treasonous aid to Israel, there would have been no subsequent acts of terror against us such as the World Trade Center and Pentagon attacks……"

افغانستان کی تباہی اور بربادی کا تو سرے سے کوئی جواز نہیں تھا‘ امریکی حکمران ”لیون واقعہ“ **Lavon affiar** کے بعد اسرائیل کی امداد ہی روک دیتے تو ورلڈ ٹریڈ سینٹر حملہ جیسے واقعات رونما نہ ہوتے۔

☆☆☆

It is no wonder that Ariel Sharon could make the following statement to Simon Peres when he suggested that Israel might lose American aid if

it did not pull back recent Israeli incursions. Sharon responded:
"Every time we do something you tell me America will do this and will do that . . . I want to tell you something very clear: Don't worry about American pressure on Israel. We, the Jewish people, control America, and the Americans know it." ---Ariel Sharon, October 3, 2001 (32)....."

امریکہ ہماری مٹھی میں ہے' امریکیوں کو اس کا بخوبی علم ہے۔(ایریل شیرون)

☆☆☆

".....The traitors who sold out America to Israel are as guilty of causing the loss of 5,000 American lives on September 11 as those who actually hijacked and crashed the planes into the World Trade Center and Pentagon. Israel wants Arabic terrorism against Western nations
Over the last two years, Israel has suffered the worst public relations disaster in its history. The election of mass murder Ariel Sharon as Prime Minister was the last straw for millions of decent minded people the world over. The UN Conference on Racism, which labeled Israel an "Apartheid state", also signaled growing disapproval of Israel.
Then, suddenly, the attack on the World Trade Center changed the world's mood back to Israel's favor. Was this just a fortunate coincidence for Israel?....."

اسرائیل چاہتا ہے کہ مغربی طاقتیں عربوں پر ٹوٹ پڑیں اور اس کی دہشت گردی توجہ کا مرکز نہ رہے چنانچہ آپ نے دیکھا کہ عالمی رائے عامہ جو اسرائیل کے خلاف جا رہی تھی' ۱۱ ستمبر کے بعد ایک دم پلٹ گئی ہے' کیا یہ محض اتفاق ہے؟

☆☆☆

".....The study, issued by the elite Army officer's school, detailed the dangers of a possible U.S. Army occupational force in the Mideast. Here is article's comment about the study's view of the Israeli Mossad:
Of the Mossad, the Israeli intelligence service, the SAMS officers say: "Wildcard. Ruthless and cunning. Has capability to target U.S. forces and make it look like a Palestinian/Arab act."
Ironically, within 24 hours of the story's publication, the World Trade Center and the Pentagon was attacked. Could the "ruthless and cunning Mossad," as the U.S. Army officers describe it, covertly have been behind the attack?....."

امریکی فوجی افسروں نے "موساد" کو وحشی' سنگدل اور مکار قرار دیا اور کہا کہ اس میں امریکی فوجوں پر حملہ کرنے اور اسے فلسطینی/عربوں کی کارروائی ظاہر کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس رپورٹ کی اشاعت کے اگلے روز ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگان پر حملہ ہو گیا۔

☆☆☆

اصل مضمون اس ویب سائیٹ پر ملاحظہ فرمائیں:

http://www.davidduke.com/writings/howisraeliterror

جاگو جگاو

ہم کہاں کے دانا ہیں' کس ہنر میں یکتا ہیں

محمد سمیع

ہمارا بھی عجیب معاملہ ہے۔ ملازمت کر رہے ہوں تو ہماری خواہش ہوتی ہے کہ ہمیں جلد از جلد ترقی ملے۔ کوئی آجر ڈنڈی مارنے کی کوشش کرے تو ہم سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔ قانونی کارروائیوں سے بھی گریز نہیں کرتے کیونکہ ہم اپنے استحقاق کے مجروح ہونے کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر آؤٹ آف ٹرن ترقی مل جائے تو لپک کر قبول کر لیتے ہیں' بلکہ اگر موقع ملے تو کہنی مار کر آگے بڑھنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہتے کہ بھائی اس منصب کے لئے میرے اندر مطلوبہ صلاحیتیں کہاں۔ دفتر میں مقررہ اوقات کے علاوہ بھی بیٹھنا پڑے تو قہراً اور جبراً سہی' برداشت کر لیتے ہیں' باس سے یہ کہنے کی جرأت کرنے سے تو رہے کہ جناب دفتر کا وقت گزر چکا ہے۔ ویسے بھی آج کل کے ڈاؤن سائزنگ اور رائٹ سائزنگ کے زمانے میں ہر آجر کارکنوں کو فارغ کرنے کے لئے کسی بہانے کی تلاش میں رہتا ہے اور آپ ترقی کے خواہش مند ہیں' ملازمت سے رخصتی کے نہیں۔ اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے پارٹ ٹائم کام کرنے کے لئے بھی تیار رہتے ہیں۔ اوور ٹائم کا موقع مل جائے تو کیا کہنے' بلکہ اکثر سرکاری دفاتر میں کچھ لوگ تو کام کرتے ہی دفتری اوقات کے بعد ہیں تاکہ اوور ٹائم ملے۔ اس کا تجربہ راقم کو اس وقت ہوا جب وہ بجلی کی خرابی کی شکایت درج کروانے پہنچا۔ متعلقہ اہل کار شکایت رجسٹر کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ ٹھیک ہے' گاڑی رات دس بجے کے بعد پہنچ جائے گی۔ عرض کیا' بھائی اس وقت صبح کے آٹھ بجے ہیں' گرمیوں کا زمانہ ہے کچھ تو خیال کریں۔ لیکن مجال ہے جو وہ ٹس سے مس ہوئے ہوں۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان کے لئے رات کے دس بجے کے بعد کا کام اوور ٹائم میں شمار ہوتا ہے۔ اب آیئے' ہم اپنا جائزہ لیں۔

تنظیم میں اگر کسی کو کسی منصب کی پیشکش ہو تو اس کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس ذمہ داری سے دامن بچا لے۔ کہا جائے گا کہ جناب مجھ میں اس منصب کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت نہیں۔ جناب میری مصروفیات اس قدر ہیں کہ میں اس منصب سے انصاف نہیں کر پاؤں گا۔ ابھی تو میں بہت جونیئر ہوں۔ اتنے سارے سینئر رفقاء موجود ہیں' ان میں سے کسی کو یہ ذمہ داری سونپ دی جائے۔ غرض یہ کہ ہمارے پاس بہت سارے جواز موجود ہوتے ہیں۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ راقم اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ہمارے ساتھ تـرید زینة الحیوة الدنیا والا معاملہ ہے۔ جی ہاں! ہمارا حال اس معاملے میں عام لوگوں سے مختلف نہیں۔ اپنا گھر' اپنے بیوی بچے' دنیوی آسائشیں' اعلیٰ کیریئر' کسی معاملے میں ہم دنیا والوں سے پیچھے نہیں۔ لہٰذا ہم بھی مجبور ہیں کہ اپنی صلاحیتیں' اپنا وقت اور اپنے وسائل صرف معاش کی بہتری میں صرف کریں۔ اگر اہداف وہی ہوں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آخرت کے حوالے سے ہمارا تصور بھی یا تو ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

والا یا زیادہ سے زیادہ ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

کے مصداق ہے ـــــ ورنہ اگر اس بات کا یقین ہمارے دلوں میں راسخ ہو کہ ہم جو وسائل دینی سرگرمیوں میں صرف کریں گے اس کا اجر آخرت کی کرنسی میں بے حساب اور بے شمار ملے گا تو پھر کاہے کو متاع غرور کے پھندے میں پھنسے رہیں۔

باطنِ ایّام

افغانستان پر امریکہ کے حملے کے تقریباً ایک ہفتہ بعد احباب کے حلقے میں میں نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ یہ جنگ اس وقت تک یکطرفہ رہے گی' جب تک طالبان شہروں کو چھوڑ کر گوریلا جنگ کے ارادے سے پہاڑوں میں نہیں چلے جاتے' اس لئے کہ امریکی افواج کی فضائیہ کا جواب طالبان کے پاس نہیں۔ البتہ جب شہروں پر امریکہ کا قبضہ ہو جائے گا تو زمینی جنگ شروع ہو گی اور امریکہ ایک ایسے خوفناک ٹریپ میں پھنس چکا ہو گا جس کا احساس اسے کچھ دیر سے ہو گا۔ اس ٹریپ سے نکلنے کے لئے امریکہ جو اچھل کود کرے گا اس کے نتیجے میں شکنجہ سخت تر ہوتا چلا جائے گا اور اس سے چھٹکارے کی کوشش جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔

البتہ جب طالبان نے اس حیرت انگیز جرأت اور مزاحمت کا مظاہرہ کیا کہ جس کی توقع بالعموم نہیں کی جا رہی تھی تو کچھ اس طرح کا سماں بندھ گیا کہ گویا امریکہ سخت ہزیمت سے دوچار ہونے ہی والا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کسی اور امر کی مقتضی تھی کہ جن لشکروں کے ہاتھ میں خراسانی علم دیئے جانے والے ہیں ان کی آزمائش کر کے ان حاملین نفاق کو علیحدہ کر دیا جائے جو طالبان تحریک کی ابتدائی یلغار کے سامنے تسلیم ہو کر ان کے ساتھ شامل ہوتے چلے گئے تھے۔ چنانچہ جب امریکہ طالبان کے دفاع کو روند کر مرکزی مقامات پر قابض ہو گیا اور بظاہر طالبان شکست سے دوچار ہو گئے تو ایک شدید اور گہری مایوسی نے اکثر لوگوں پر حملہ کر دیا جس کا شکار کئی لوگ اب تک چلے آ رہے ہیں۔ لیکن میرے لئے اس دوران مایوسی کا کوئی لمحہ نہیں تھا (اگرچہ کہ طالبان کی مظلومیت پر دل خون ہو ہو جاتا تھا)' کیونکہ میرے نزدیک ابھی زمینی جنگ کا آغاز ہوا ہی نہیں تھا۔ اب معلوم یوں ہوتا ہے کہ اس جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ اکا دکا گوریلا حملوں کی خبریں کچھ عرصہ سے آنا شروع ہو گئی تھیں۔ درحقیقت طالبان کی طرف سے مزاحمت اس قدر بھی کمزور نہیں ہو گئی تھی جس قدر اسے امریکہ کی طاقتور میڈیا سکریننگ کے ذریعے ظاہر کیا گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت ثابت ہوتی چلی جائے گی کہ افغانستان کے قبائلی معاشرے پر غیر ملکی تسلط اور جابرانہ قبضے کو رد کر دینے والی تاریخ کی میکانیات حرکت میں آ چکی ہے۔ طالبان کے جانشینوں کی صورت میں چوب کلیم ہاتھ میں لے کر مردِ افغان کوہساروں کے ساتھ مصروف راز و نیاز ہے۔ وقت کا فرعون نئے بحیرہ قلزم میں اتر رہا ہے۔ ذی الاوتاد کے لشکر جب خشک راستے میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے تو مردِ افغان کی چوب کلیم حرکت میں آئے گی اور باذن ربّ ہر طود عظیم دوسرے سے مل جائے گا۔ اور یہ سارا عمل ان شاء اللہ بضع سنین میں مکمل ہو جائے گا۔

اس ادعائی اور اذعانی انداز کے ساتھ ساتھ کچھ معروضی حقائق بھی سطح سے نیچے دیکھنے والوں کے لئے چشم کشا ثابت ہو سکتے ہیں۔

i) کرنسی کسی ملک کی قوت و سطوت کی ایک اہم علامت کا

ڈاکٹر طاہر ابرار

درجہ رکھتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو یورو کے باضابطہ لین دین کے آغاز کے بعد ڈالر کو ایک نئے اور توانا حریف سے پالا پڑ چکا ہے۔

ii) افغانستان کی معدنی دولت کے بارے میں کچھ اہم رپورٹیں حال ہی میں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ روس ان معدنی وسائل کے حصول کے لئے سڑکوں کی تعمیر اور کچھ دوسری تنصیبات کے حوالے سے اخراجات بھی کر چکا تھا کہ اسے افغانستان سے پسپا ہونا پڑا۔ روس کی پسپائی کی وجہ افغانوں کا جذبہ جہاد کے علاوہ امریکی اسلحہ اور مالی وسائل بھی تھے۔ اس پس منظر میں روس جو کہ زمینی طور پر افغانستان کی ہمسائیگی میں واقع ہے' کیونکر گوارا کرے گا کہ سات سمندر پار سے آنے والا امریکہ ان معدنی وسائل کو تنہا ہڑپ کر جائے۔ چنانچہ مفادات کا ٹکراؤ لازمی ہے۔ یہاں قبائلی معاشرے کی روایات اور نفسیاتی ساخت کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ اگرچہ امریکہ اور طالبان کا ٹکراؤ نظریاتی وجوہات کی بناء پر تھا لیکن ہر شہید ہونے والا "طالبان" کسی قبیلے کا فرزند بھی تھا۔ ہر شہید کا وارث قبیلہ اب قبائلی عصبیت کی بنا پر بھی امریکہ کا دشمن ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت وہ کچھ کر سکنے کی پوزیشن میں نہ ہو لیکن جونہی حالات اس کے موافق ہوئے' قبائلی عصبیت قصاص لئے بغیر نہیں رہے گی۔ اور اگر دو عشرے قبل امریکہ روس کے خلاف افغانوں کی پشت پناہی کر سکتا تھا تو کیا آج روس "شریکے" (روس یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں جبکہ امریکی حامی النسل ہیں) سے بدلہ لینے کے لئے ناراض افغان قبائل کو وسائل فراہم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟ جغرافیائی قرب ایسا کرنے کے لئے اضافی عامل کا کردار ادا کرے گا۔

iii) افغانستان غالباً دنیا کا واحد ملک ہے جو پچھلے چھ سات سال سے منی ماسٹرز یعنی عالمی بنکروں کے تسلط سے مکمل طور پر آزاد تھا۔ دولت کے دیوتاؤں کے لئے یہ امر کرہ ارض پر غالباً سب سے بڑی "گڑبڑ" کی حیثیت رکھتا تھا۔ افغان جیسی جفاکش قوم کو اپنے حلقۂ غلامی سے مسلسل آزاد دیکھنا عالمی سود خوروں کے لئے ناقابل برداشت کے درجہ سے کم نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لئے انہوں نے امریکہ کے ذریعے افغانستان پر لشکر کشی کی۔ اب وہ اسے سود کے چنگل میں جکڑنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن افغان کی فطری سادگی، جفاکشی اور قبائلی تمدن عالمی سود خوروں کی طرف سے پیدا کی جانے والی اشرافیہ کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔ یہ تاریخ کا فیصلہ ہے۔

iv) اس طرح کی خبریں بھی اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں کہ بھارت اور روس مل کر افغانستان کی قومی فوج کی تعمیر نو کریں گے جو تقریباً دو لاکھ کی نفری پر مشتمل ہو گی۔ اس طرح کی کوئی فوج بالقوہ امریکی دستوں کی حریف ہو گی اور مفادات کا ٹکراؤ شدید ہونے کی صورت میں عملاً لڑائی کی نوبت بھی آ سکتی ہے۔

مبتدی تربیت گاہ

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں کہ فردوسی فارم' سادھوکی میں

۱۴ تا ۲۰ اپریل مبتدی تربیت گاہ منعقد ہو رہی ہے۔

مبتدی رفقاء اس تربیت میں شرکت کا اہتمام فرمائیں۔

ہارون آباد میں ماہانہ شب بسری

پروگرام کا آغاز ۸ مارچ کو بعد نماز مغرب ہوا۔ سب سے پہلے راقم نے سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع کا درس دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد جناب ذوالفقار علی نے دوسرے سپارے کے پہلے چھ رکوعوں کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی۔ اس کے بعد راقم نے تمام شرکاء کو وضو، غسل اور نماز سے متعلق فرائض کی یاددہانی کروائی۔ پھر شرکاء کو موقع دیا گیا کہ وہ اپنی اپنی معلومات اور استعداد کے مطابق کچھ بھی اظہار خیال کریں۔

آرام کے وقفے کے بعد صبح چار بجے تمام رفقاء کو تہجد کی نماز کے لئے جگایا گیا۔ جناب ذوالفقار علی نے مسنون دعائیں یاد کروائیں۔ فجر کی نماز کے فوراً بعد جناب ذوالفقار علی ہی نے معارف الحدیث کے باب الرقاق سے درس حدیث دیا۔ شرکاء نے اس سے کافی گہرا اثر لیا۔ درس حدیث کے بعد جناب فضل الحسن نے سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کا پہلے لفظی اور پھر بامحاورہ ترجمہ بیان کیا۔ اس کے ساتھ ہی شب بسری کا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ : وقاراشرف)

منڈی یزمان میں تحریک رجوع الی القرآن

جب سے ضلع بہاولپور کو تنظیم کے حلقہ بہاولنگر کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے، امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد کی یہ خواہش تھی کہ منڈی یزمان میں جو کہ ایک اہم کاروباری مرکز ہے کوئی دعوتی کام کیا جائے۔ چنانچہ تقریباً دو ماہ کی مسلسل کوشش کے بعد یہ سعادت جناب ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمٰن کے حصے میں آئی اور ان کے تعاون سے ہفتہ وار درس قرآن کا آغاز خود ان کے ہسپتال ہی میں ہو گیا ہے۔

اس سلسلے کا آغاز ۹ مارچ کو بعد نماز ظہر ہوا۔ ناظم حلقہ نے سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع کی ابتدائی آیات کا درس دیا۔ تمام شرکاء اس درس سے کافی متاثر ہوئے۔ اس کی تشہیر کے لئے جناب ڈاکٹر مجیب الرحمٰن نے شہر میں چار مقامات پر بینرز بھی لگوا دیئے تھے۔ درس کے آغاز سے قبل ڈاکٹر صاحب کا اندازہ تھا کہ ظہر کا وقت ہونے کی وجہ سے بمشکل آٹھ دس افراد کے آنے کی امید ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاضری چالیس کے لگ بھگ رہی۔ آئندہ سے یہ درس ہر ہفتہ کے دن ظہر کی نماز کے بعد باقاعدگی سے جاری رہے گا۔ (رپورٹ: محمد ابراہیم)

تنظیم اسلامی فیصل آباد (غربی) کا تنظیمی وتربیتی پروگرام

یہ پروگرام ۲۷ فروری کو بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی فیصل آباد کے مرکزی دفتر میں منعقد ہوا۔ نظامت کے فرائض حلقہ کے قائم مقام امیر جناب میاں محمد اسلم نے ادا کئے۔

پروگرام کا آغاز راقم کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد جناب میاں محمد اسلم نے شرکاء سے آیۃ البر کے حوالے سے مختلف سوالات کئے۔ رفقاء نے بڑی دلچسپی سے ان سوالات کے جوابات دیئے۔ چائے کے وقفے کے بعد تجوید کی کلاس منعقد ہوئی، جس میں راقم نے معلم کے فرائض انجام دیئے۔ اس میں رفقاء کو قریب المخارج حروف کی مشق کروائی گئی۔ پروگرام کے آخری حصہ میں راقم نے سورۃ الذاریات کے پہلے رکوع کی تلاوت اور ترجمہ کی سعادت حاصل کی۔ (رپورٹ: حافظ ارشد علی)

فروری میں حلقہ سرحد (شمالی) کی دعوتی وتنظیمی سرگرمیاں

☆ تنظیم اسلامی خویشگی کے زیر اہتمام ایک دعوتی اجتماع ۷ فروری کو پیراں مسجد میں نماز عصر کے بعد منعقد ہوا۔ حافظ ساوید احمد نے ''نفاق کی حقیقت'' پر خطاب کیا۔ مغرب کے بعد حلقہ کے ناظم تربیت جناب قاضی فضل حکیم نے ''دین ومذہب کا فرق'' بورڈ پر واضح کیا۔ مجموعی طور پر ۴۰ افراد نے شرکت کی۔

☆ ۹ فروری کو ماہانہ دعوتی تربیتی اجتماع برائے بالائی علاقہ جات جامع مسجد نزد مرکز تنظیم اسلامی تیمرگرہ میں منعقد ہوا۔ نمازِ عصر کے بعد جناب حضرت نبی محسن نے اپنے پُرجوش انداز میں ''عظمتِ قرآن'' پر آدھے گھنٹے تک تقریر کی۔ مغرب کے بعد جناب ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے ''حقیقتِ ایمان'' پر پچاس منٹ تک نہایت مدلل خطاب کیا جس میں روزمرہ کی مثالوں اور علامہ اقبال کے اردو و فارسی اشعار کا حوالہ بھی دیا۔ اس کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔ عشاء کے بعد جناب قاضی فضل حکیم نے بورڈ کی مدد سے ''عبادتِ رب'' کے موضوع پر تقریر کی۔ پھر جناب ممتاز بخت نے ''تربیت'' کی اہمیت بیان کی۔ جناب عزیز الحق نے علامہ اقبال کی نظم ''لا الہ الا اللہ'' اپنی پرجوش آواز میں پیش کی جس سے شرکاء کافی محظوظ ہوئے۔ بعد میں حلقہ کے ناظم دعوت جناب مولانا غلام اللہ حقانی نے مذکورہ نظم کی اعلیٰ ادبی وعلمی تشریح شرکاء کے گوش گزار کی۔ درس حدیث کے تحت جناب محمد ایاز باچہ نے ''دکھاوے کا انجام'' پر نبی اکرم ﷺ کی ایک طویل حدیث پیش کی۔ آرام ونماز فجر کے بعد جناب گل رحمن نے ''سورۂ ق'' کے پہلے رکوع کا درس دیا۔ اس کے بعد جناب شوکت اللہ شاکر نے ''ایک رفیق ...... دس اوصاف'' کے حوالے سے رفقائے تنظیم اسلامی کے مطلوبہ اوصاف بیان کئے۔ تربیتی حصے کے اختتام پر شوریٰ کا سہ ماہی اجلاس ہوا جس میں حلقے کی سطح پر فحاشی اور عریانی کے خلاف مہم شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اجتماع میں مجموعی طور پر ۶۰ رفقا اور ۱۲۰ احباب نے شرکت کی۔

☆ ۱۵ فروری کو مسجد جمیل خان، ہاتھیان میں فحاشی اور عریانی کے خلاف مہم کا آغاز کرتے ہوئے جناب قاضی فضل حکیم نے خطابِ جمعہ میں اس ناسور کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد ایک پمفلٹ لوگوں میں تقسیم کیا گیا جس میں قرآن وسنت کے حوالے سے بے حیائی کے انجام اور ستر و حجاب کے بارے میں احکامات درج تھے۔ اسی روز مغرب کے بعد مدینہ مسجد، مردان میں جناب ڈاکٹر حافظ مقصود نے ''عظمتِ قرآن'' پر بات کرتے ہوئے اس مہم کا آغاز کیا۔ خطاب کے بعد درج بالا ہینڈ بل بھی تقسیم کیا گیا۔

☆ ۱۶ فروری کو ماہانہ تربیتی اجتماع برائے زیریں علاقہ جات دفتر حلقہ میں منعقد ہوا۔ عصر کے بعد جناب ملک امان نے ''نماز کی اہمیت'' واضح کی۔ پھر جناب ڈاکٹر حافظ مقصود نے ''حقیقت ایمان'' پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مغرب کے بعد جناب حافظ ساوید احمد نے قرآن حکیم کی آخری منزل کے سلسلہ وار دروس کے سلسلہ میں سورۃ الطور کا مختصر مگر جامع درس دیا۔ اس کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔ نمازِ عشاء کے بعد جناب جاں نثار اختر نے ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ جناب جان اصغر نے سیرت صحابہؓ کے سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ آرام ونمازِ فجر کے بعد جناب حضرت گل استاد نے منتخب نصاب کے تیسرے سبق ''مقام عزیمت'' کا تفصیلی درس دیا۔ اس اجتماع کا آخری پروگرام سورۃ العلق کا تجوید و ترجمہ تھا جس کی مشق جناب محمد عامر نے کرائی۔

☆ ۲۲ فروری کو عیدالاضحیٰ کے سلسلے میں دو خصوصی پروگرام ہوئے۔ پہلا پروگرام بلکوئی مسجد خویشگی بالا میں نمازِ مغرب کے بعد منعقد ہوا۔ جناب قاضی فضل حکیم نے عیدالاضحیٰ اور فلسفہ قربانی پر ۱۵۰ افراد کے سامنے خطاب کیا۔ نماز عشاء کے بعد انہوں نے اسی موضوع پر ابا خیل مسجد، خویشگی پایاں میں تقریر کی۔

☆ ۲۸ فروری کا پروگرام گورنمنٹ ہائی سکول مردبہ (نوشہرہ) میں منعقد ہوا جس میں محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران اور دوسرے سٹاف نے شرکت کی۔ جناب قاضی فضل حکیم نے ''عبادتِ رب'' پر خطاب کیا۔ بعد میں سوال وجواب اور باہمی افہام وتفہیم کی نشست ہوئی۔

(مرتب: شعبہ دعوت وتربیت)

Clinton era, of the top 5 senior most advisors, Deputy National Security Advisor, Leon Perth and National Security Advisor, Samuel Berger were Jews, where as Al-Gore was more Jewish than the Jews. In the national Security Council, seven of the top eleven staffers were Jews. Interestingly, five among them were Director and advisors to the president for Asia, Latin America, Africa, Western Europe, Middle East and South Asia, where as one was deputy chairman of the council.

The post-Cold War, anti-Islam policy developed during this time. Apart from the administration, the White House staffed Jews at the positions such as the White House Council, the president's Programme Manager, Deputy Chief of staff, Economic Advisor, Media Director, Staff Director, in charge of volunteers and in charge of health programme. The enormous Jewish influence is not limited to the government. In the US media a very significant part of the most important personages and of the presenters of the most popular programmes on the TV are warm Jews. Prominent academicians are influenced in Israel's favour by attending the suitable synagogues and programmes. AP's political reporter, Barry Schweid and the Washington Post's education reporter, Amy Schwartz regularly participate in a prayer session which is considered to be close to Israel at the Cleveland park Synagogue.

The impact of Jewish point of view on the US policy can be judged from the US administration's efforts to rewrite the record of nearly half a century of UN resolutions. A letter to UN members sent on August 8, 1994 by Madeleine Albright revealed the strategy. She urged that the record of 'contentious resolutions" be essentially destroyed or amended.

A further melding of Israeli/American foreign policy against a common enemy is evident in the reconfiguration of Israel's Knesset. In restructuring the government in 1996, Netanyahu went outside the standard parliamentary system and "borrowed directly from the US system to create two new agencies to advise him [Prime Minister] in the hope of siphoning off power from the ministries. Even the names are the same as in Washington, the national Security Council and the Council of Economic Advisers." (Time, July 1, 1996). The Time goes on to say: "If the style of the [Israeli] government has American undertones, so does its substance."

Due to similar undertones in the style of the US and Israeli governments and their substance, tanks outside Yasser Arafat's office in Ramallah are for no different reasons than the Indian forces amassed 390 kilometre from Musharraf's offices in Islamabad, or the US forces besieging Saddam Hussein's Iraq from all possible directions, or the US forces occupying the Saudi deserts outside King Fahad's palace in Riyadh. Ethnic cleansing of the innocent Palestinians is for no different reasons than the systematic deaths inflicted on thousands upon thousands of malnourished Iraqis or innocent victims of the US aggression in Afghanistan. The core policy of Israel's "war on terrorism" in occupied Palestine is no different than the war waged by the puppet regimes in different Muslim countries for sustaining their rule under the banner of fighting extremism. The crackdown on so-labelled Jihadi elements and religious institutions in Pakistan, Egypt, Algeria, or Turkey is not the result of a different scheme of things than the Israeli crackdowns in the occupied Arab lands.

It does not take an intellectual giant to observe that the US policies are fast turning the world into a global Palestine, where global Intifada against injustice, tyranny, occupation and state terrorism would be far more successful than what the Israel is experiencing in local Palestine. The reason is simple: the Muslims are not alone in the global Intifada. They are joined by millions of the non-Muslims who witness blood on the beak of American eagle.

A lot of people even in the US know that the Muslim countries have been treated unfairly and would like to see this changed to promote peace. They know that corrupt "puppet" regimes have been installed to serve various interests. Unfortunately, the continued potential acts of terrorism and murder against the people of Islam are not going to lead to greater understanding or respect for people who believe they can rule the world with force. Many of the people in the Muslim world, including prominent non-Muslims, are infuriated by the US and Israel policies and see the resistance by the victims as entirely appropriate.

The US may take a lesson from Israel's failure. Having extremely powerful and sophisticated military, including conventional and nuclear weapons of the type that no one else has can neither help nor justify the US impose its will and "way of life" on the Muslim countries. The Muslims are concerned about the serious mistake of the American and Israeli administrations thinking that neutralizing and domesticating the Muslims is the way to rule the world, instead of giving them an equal right to independently live their lives. To prevent the ongoing global Intifada from turning violent, the US must understand, what unfortunate circumstances are leading the Muslims and the rest of the people into feeling that any response, whatsoever, is justified against the perpetrators of undue interference, aggression and direct and indirect occupations.

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) کے ناظم دعوت برائے بالائی علاقہ جات جناب غلام اللہ حقانی کے والد محترم بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ تمام رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

Vol:11 Regd.CPL No.127 No.13
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Forcing into Global Intifada

The world seems to have left the Muslims and Palestinians at the mercy of US and Israel respectively. It is hard to figure out if it is the US following the Israel's footprints to domesticating the Palestinians at regional level, or it is Israel following the US model to neutralising the Muslims all over the world. The US-Israeli approach to subjugation and supremacy is as much identical as the patterns of the world leaders' complicity and silence over man's inhumanity to man. In response to the global apartheid, a global Intifada is in making. The question is: Would the US achieve on the world level what the Israelis could not achieve at a much smaller scale despite the full military, financial and political backing of the US and despite a free hand to kill any number of the innocents for the last four decades?

Intifada is not mere uprising. It is a resistance to defy aggression and subjugation at the cost of one's life. It is resistance in which the struggle is reduced to how not to become a bomb to fight injustice and evil. People turn to giving up life, when life is made miserable than death for them. Let's see how other people are catching this resistance virus at other places, where masses feel more and more alienated, as they find no one at the helms of affairs articulating their point of view.

There is a growing desperation in the puppet regimes, which have to dance even faster to justify their stay in power. They keep promising independence and self-reliance, but each agreement they sign makes subjugation the reality and true empowerment less and less possible. There is no end to compromises on part of the puppet regimes. To please the US, these regimes must think of something anti-Islam today, say it tomorrow and do it the next day, and then come up with something new to repeat the cycle.

General Musharraf's government is a perfect example of a leader and a regime entangled in such a vicious cycle. As the latest Gallop poll has confirmed, people in the streets in Pakistan believe that in the past six months, the government has crossed all limits to decent international relations, selling its sovereignty and compromising Islam simply to prove itself a perfect US-serving government, capable to toe the line for at least five more years. However, Jim Hoagland of the Washington Post, the leading opinion maker of the policy makers in Washington, believes, General Musharraf's policy of "mouthing deceptive words and taking evasive action" has failed him "to match promises with sustained action," (March 28, 2002).

Dissatisfaction on the Israeli front is not too different. After the historic surrender by the Arab leaders in Lebanon, the New York Times still preferred putting responsibility for the Palestinians' continued resistance to occupation and terror on Arab shoulder and calling their offer, "an assertion.that rings hollow," (editorial, March 29, 2002). This forces the masses to ask: could anyone ever satisfy Hitler? Is there an end to surrender and appeasing the US now?

It is not that Musharraf has not done enough to please the US, or Arafat is instigating terror, or Saddam is a threat to the regional stability. It is that all of them are equally needed to change the Muslims' "way of life" and ways of thinking. The approach to forcing them into action is, however, different. Musharraf is led to the market with a bundle of hey carried by the donors before him, along with a dictatorship-legitimising certificate. Compared to all carrots on Musharraf and Karzai fronts, its all sticks against Saddam and a mixture of sticks and carrots for Yasser Arafat.

The objectives of American and Israeli expeditions are the same because the architects behind their strategic plans are the same - the extremist Jews. Yes, Washington is run by people who are Jewish, and their power is not without focus: Greater Israel and lesser Islam. It is evident from the post-Cold War policies of the American and Israeli governments. Jews represent less than 3 percent of the total US population, yet they are among the minority groups most actively courted by politicians. More than 80 percent of their presidential votes went to Clinton's re-election but couldn't stop Republicans from also chasing after them. Evidence of this was Bob Dole's attempt to curry Jewish support by backing efforts to move the US embassy from Tel Aviv to Jerusalem, despite his own opposition to such a move. The world has witnessed the Jewish wrath for Bush Junior's falling from their grace on September 11, 2001, when Netanyahu's allies in terror materialised his recorded threat to set the Pentagon on fire.

The similarity in the US and Israel's approach towards dominating the Muslims emanates from the fact that Bill Clinton contributed toward a real change in administration outlook in the last decades of the 20th century. This process began under Reagan and his secretary of State George Shultz. The Jewish political influence over the US policies was also evident in previous decades as we witnessed Jewish Secretary of State, Henry Kissinger, and six Jewish Presidents - Lincoln, Roosevelt, Wilson, Roosevelt, Truman, and Eisenhower. During